The Voice of Sunnis

کتابی سلسلہ نمبر 4

صدائے اہلسنت

مکہ کی ثقافتی، مذہبی تاریخی تباہی

سیلاب قدرتی آفت یا حکومتی نااہلی؟

خرم حسین کی انکشاف انگیز رپورٹ

ڈاکٹر القادری کی جھنگ آمد۔۔۔تکفیریوں پر لرزہ طاری

قاری حنیف جالندھری

اور اسکے فتویٰ کی حقیقت

داعش کا قصائی خلیفہ کون؟

Voice of Sunnis

Destruction of Historical Sites of Mecca

Sponsers of Deobandi Wahhabi ISIS

Exacvation of Bayut Al Sayeda Khadijah (Wife of Prophet Muhamed "Peace Be Upon Them"

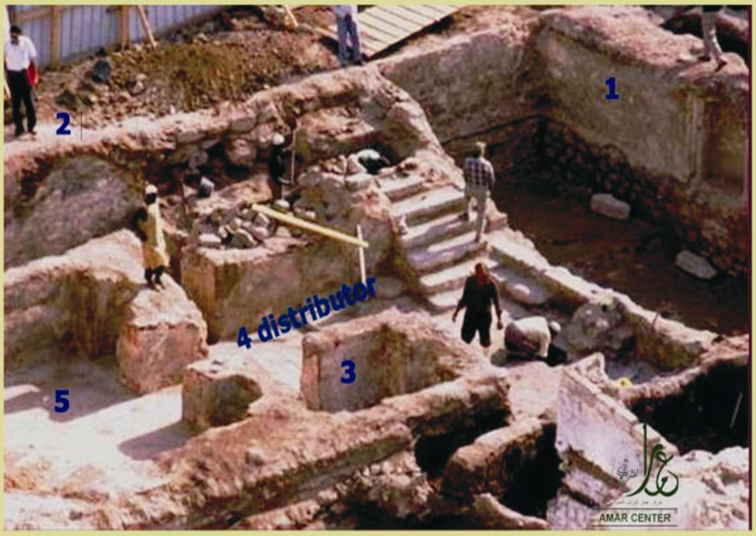

The House that received the first Words of Revealation on Prophet Muhamed (PBUH), & where he lived for 14 years, was composed of 5 main spaces.

1- The guest area

2- The Birth Place of Sayyidah Fatima Al Zahraa (PBH)

3- The prayers place for the Prophet Muhamed (PBUH)

In 1991, Dr Angawi & his team were the first & the only professinals involved, using old maps, books & verbal information from old Makkans such as Sheikh Mohamed Safar (in picture)

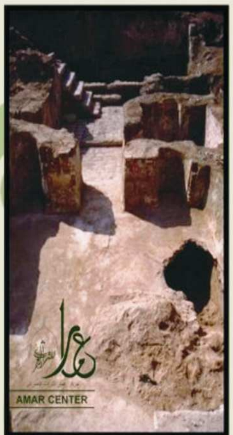

5- Room of Sayyidah Khadijah (PBUH)

صدائے اہلسنت

The Voice of Sunnis

کتابی سلسلہ نمبر 4

اس شمارے میں

حمد ونعت 2

اداریہ 3

تاریخ نجد وحجاز 18

وضاحت 22

سیلاب قدرتی آفت یا حکومتی نا اہلی؟ 4

مکہ کی تباہی 7

مکہ کی تباہی میں زر پرست وہابیت کا کردار 9

سعودی عرب کی تاریخ دشمنی 11

طیب اردگان۔۔داعش کا قصائی خلیفہ 14

قاری حنیف جالندھری دیوبندی تاریخ کے آئینے میں 17

طاہر القادری کی جھنگ آمد تکفیریوں پر لرزہ طاری 20

- The Destruction of Mecca 1
- Political bullying: 3
- Suicide Bomber Training Camp In Waziristan 5

ایڈیٹر
خالد نورانی

جوائنٹ ایڈیٹر
محمد عامر

آرٹ ایڈیٹر
نعیم وارث قادری

رابطہ برائے خط وکتابت
P.O. BOX 23
GPO Khanenwal

E-mail to Editor
redrebellion12@gmail.com

voiceofsunnis6@gmail.com

قیمت فی رسالہ -/30 روپے

فرمانِ خداوندی عزوجل

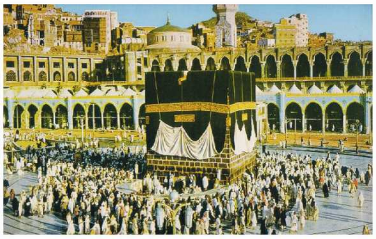

اور آپ (اپنے رب کے حضور یہ) عرض کرتے رہیں: اے میرے رب! مجھے سچائی (وخوش نودی) کے ساتھ داخل فرما (جہاں بھی داخل فرمانا ہو) اور مجھے سچائی (وخوش نودی) کے ساتھ باہر لے آ (جہاں) سے بھی لانا ہو) اور مجھے اپنی جانب سے مددگار غلبہ وقوت عطا فرما دے۔

فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

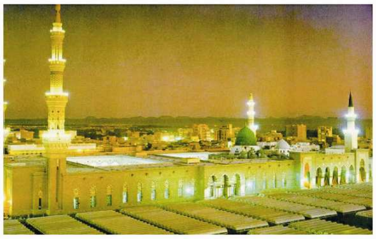

جو مومن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اسکے وارث اسکے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہونگے اور اگر وہ اپنے ذمہ دین (قرض) چھوڑ کر مرا یا بچے (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ قرض اور یتیم بچے میرے ذمہ ہیں اور میں انکا والی ہوں گا۔ یعنی انکی کفالت کروں اور ان پر مال خرچ کرونگا۔

حمد باری تعالیٰ عزوجل

جلوۂ حق پہ نظر دل کی جمائے رکھنا
بحر توحید میں یوں غوطہ لگائے رکھنا

بت کدہ ہستیِ موہوم کا یکسر ہو فنا
دل سے دیوار تعین کی گرائے رکھنا

ذہن سے محو دوئی کا ہو خیالِ باطل
وہم کا نقش بہر طور مٹائے رکھنا

ہو فقط ذاتِ الٰہی کی رضا اصلِ حیات
اس کے در پر سرِ تسلیم جھکائے رکھنا

اسوۂ ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم ہو ترا رہبر ہر دم
راہِ ہستی پہ یہی شمع جلائے رکھنا

ہر گھڑی دیدہ و دل سرخوش و سرشار رہیں
فصلِ بے گل میں چمن زار کھلائے رکھنا

ہے معیںؔ اب تو شب و روز یہی شغل مِرا
دل میں تصویرِ رُخِ یار سجائے رکھنا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

مانگوں خدا سے دوستوں رحمت حضور کی
کر دے خدا ہمیں عطاء اُلفت حضور کی

ہو زندگی کا ایک ہی مقصد میرا سدا
جب آئے موت مجھ کو ہو چوکھٹ حضور کی

صدقے میں تیرے مجھ کو بھلا کیا نہیں ملا
نعتیں سنیں پڑھیں لکھیں پیارے حضور کی

ذکرِ حضور میں کروں دِل و جان سے سدا
گھر میں میرے برستی ہے رحمت حضور کی

کرتا ہوں التجائیں تیری بارگاہ میں
مجھ کو عطاء ہو حشر میں شفاعت حضور کی

رحمت تیری بڑی ہے تو ہے میرا کریم
بخشش کا بن گئی صلہ نسبت حضور کی

فیضان یہ رضا کی قلم کا ہے اختیارؔ
کرتا رہوں گا عمر بھر مدحت حضور کی

پاکستان کی سلامتی کیلئے قوم کا متحد ہونا بہت ضروری ہے

گذشتہ ماہ جہاں پنجاب اور سندھ کے اکثر علاقے سیلابی پانی میں ڈوب گئے، وہیں اکتوبر میں عید قربان کے قریب آتے ہی پاکستان کی مشرقی سرحدوں پر بھارتی فوج نے بلا اشتعال فائرنگ اور مارٹر گنوں کے گولے برسانے شروع کر دئے جس سے درجنوں پاکستانی شہید اور کئی ایک زخمی ہو گئے اور یہ سلسلہ عید قربان پر بھی چلتا رہا۔ پاکستانی فوج نے اس بلا اشتعال فائرنگ اور گولوں کا منہ توڑ جواب دیا اور بھارتی بندوقوں اور توپوں کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس ساری پریکٹس کے دوران بھارت کے خون خوار وزیر اعظم، وزیر دفاع اور چیف آف آرمی سٹاف کی جانب سے انتہائی نامناسب اور متعصبانہ بیانات جاری کئے گئے اور نریندر مودی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اب وقت بدل چکا ہے۔ بھارت کے نام نہاد منتخب وزیر اعظم کی یہ رعونت اور تکبر اس وقت سامنے آیا جب ہمارے ملک کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اور ان کی حکومت کا بھارت کی جانب رویہ بہت معذرت خواہانہ نظر آتا ہے۔

موجودہ پاکستانی حکومت کا رویہ بہت عجیب ہے کہ وہ ایک طرف تو پاکستان کی فوجی ڈاکٹرائن کے مطابق پاکستان کی سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ دیوبندی تکفیری دہشت گرد تنظیموں سے اپنے تعلقات استوار رکھتی ہے تو دوسری طرف وہ پاکستان کی مسلح افواج اور آئی ایس آئی کو بدنام کرنے والے ایک ٹی وی چینل کی پوری پوری مدد کرتی ہے اور وہ پاکستان کے سب سے بڑے دشمن نریندر مودی کے وزارت عظمٰی کے حلف اٹھانے کی تقریب میں بھی شامل ہوتی ہے۔ اب بھی جب پوری بھارتی قیادت پاکستان کے خلاف نفرت کی زبان بول رہی تھی اور بھارتی افواج کی جارحیت عروج پر تھی تو حکومت نے نہ تو بھارتی ہائی کمشنر کو وزارت خارجہ کے دفتر میں طلب کیا اور نہ ہی وزیر اعظم نے سرکاری طور پر بھارت سے اس جارحیت پر کوئی احتجاج کیا۔ بھارت نے پاکستان کے ہندوستان میں ہائی کمشنر کو طلب کیا اور خوب جھاڑ پلائی جبکہ ان کے وزیر خارجہ نے پاکستان کی حکومت سے سخت احتجاج بھی کیا۔ گویا چور مچائے شور والی پالیسی اپنالی۔ اس دوران دیوبندی تکفیری لابی کے نواز شریف کے نمک خوار نام نہاد تجزیہ نگاروں نے سازشی مفروضے بھی پھیلائے اور یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کہ پاکستان کی فوجی قیادت نے نواز شریف کو دباؤ میں لانے کے لیے مشرقی سرحد پر خود گڑبڑ کی ہے۔

تکفیری لابی پاکستان کے اندر اس وقت تکفیری فکری محاذ اور اس کے دہشت گردانہ روپ کے خلاف اور موجودہ پارلیمنٹ میں عوام دشمن اتحاد بنانے والے سیاسی بازیگروں کے خلاف ابھرنے والی سیاسی تحریک کے بارے میں یہ پروپیگنڈا کر رہی ہے کہ اس سے ملک کی سلامتی کو خطرات لاحق ہیں اور وہ پاکستان کے اندر عاشقان تکفیری جمہوریت کے خلاف عوام میں پھیلتی نفرت کو جھوٹے پروپیگنڈے اور مردہ فتوؤں سے روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جبکہ حقیقت میں یہ تکفیری دیوبندی لابی ہے جو اس ملک میں نسلی و مذہبی ہم آہنگی اور امن کی سب سے بڑی دشمن بنی ہوئی ہے اور پاکستان کے باسیوں کو تقسیم کر رہی ہے۔ دیوبندی تکفیری لابی کے کرتا دھرتا وہ ہیں جن کے اکابر نے پاکستان بننے کی سخت مخالفت کی اور جب پاکستان بن گیا تو اسے تباہ ہوتا دیکھنا ان کی پرانی خواہش ہے اور جب پاکستان دولخت ہوا تھا تو یہ مولوی فضل الرحمان کے والد مفتی محمود تھے جنھوں نے کہا تھا کہ

"خدا کا شکر ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ تھے"

اس سے پہلے یہ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری تھے جنھوں نے کہا تھا۔

"اگر پاکستان کی "پ" بھی بن گئی تو میں اپنی داڑھی پیشاب سے منڈھوا دوں گا"

پاکستان بنا تو وہ بے شرمی سے پاکستان میں براجمان ہو گئے اور ساری عمر پاکستان کو ناکام ریاست ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آج بھی کانگریسی، خلافتی، احراری ملاؤں کے نائبین اور ان کے حواری پاکستان کو تباہ کرنے کے درپے ہیں اور پاکستان کے اندر صوفی سنّی نسل کشی کے ذمہ دار ہیں۔ تکفیری لابی جس میں ایک طرف تو نواز شریف و شہباز شریف، رانا ثناء اللہ جیسے سیاست دان شامل ہیں تو دوسری طرف اس میں بہت سے افسر شاہی اور عدالتی اسٹیبلشمنٹ اور صحافتی اسٹیبلشمنٹ کے لوگ بھی شامل ہیں اور ان سب کا ایجنڈا پاکستان کے وجود کو ختم کرنا ہے۔ اہلسنت کے اکابر نے پاکستان بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا اور اب اس کو بچانے میں بھی اپنا کردار ادا کریں گے اور کانگریسی ملّاؤں کی باقیات کو ناکام بنا دیں گے۔

کور سٹوری: خرم حسین

سیلاب قدرتی آفت یا حکومتی نااہلی؟

یہ اگست کی 6 تاریخ اور سال تھا 2013ء جبکہ ڈیٹا ابھی ابھی پروسس ہوا تھا۔ ڈاکٹر کرسٹوفر شر ستھا ایک ریسرچ سائنٹسٹ انوائرمینٹل سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی بلڈنگ جارجیا کے اندر واقع انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی اٹلانٹا جارجیا کے تیسرے فلور میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ دو نقشے سکرین پر پھیلے ہوئے تھے، دونوں پاکستان اور اس سے ملحقہ دوسرے ملکوں کے کچھ علاقوں کو دکھا رہے تھے۔ بائیں طرف کا نقشہ پاکستان کے نیلے اور سبز نکتوں سے بارشوں کے موسم کی زد میں آنے والے علاقوں کی نشاندھی کر رہا تھا۔ بارشوں کا یہ سلسلہ مشرق سے پاکستان کے علاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دائیں سمت کا نقشہ انڈس ریور سسٹم اور اس سے نکلنے والی نہروں کے نظام کو دکھا رہا تھا، جن پر نیلے رنگ کے چھوٹے، چھوٹے ڈاٹس ہر ایک بیراج اور ڈیم کی نشاندھی کر رہے تھے۔ یہ وہ پہلا نقشہ تھا جس نے اس دن کرسٹوفر کو پاکستان میں متوقع بارشوں اور ہر ایک نیلے ڈاٹ کے نیچے گزرنے والے متوقع پانی کی مقدار بارے بتا دیا تھا۔ ان نقشوں کے نیچے ایک فورکاسٹ سلائیڈر تھا جو بارشوں کے سلسلے کے شروع ہونے کے بعد ایک سے لیکر دس دن تک کی صورت حال کی نشاندھی کر رہا تھا۔ نقشے کا رنگ ہر دن بارش کی مقدار کی پیشین گوئی کے مطابق تبدیل ہوتا تھا۔ آٹھویں اور نویں دن ماڈل جسے وہ آپریٹنگ کر رہا تھا انڈس کے شمالی علاقوں میں بھاری بارشوں کی پیشین گوئی کر رہا تھا۔ اس نے تیزی سے "ایکا مولیٹڈ پرسیپیٹیشن" نام کے لنک پر کلک کیا۔ نقشے کا رنگ بدلا اور اس نے بتانا شروع کیا کہ ان دنوں میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں کتنا پانی جمع ہوگا۔ جونہی نقشہ پہلے سے دسویں دن پر پہنچا نقشہ سرخ ہوگیا، اس نے پنجاب اور بلوچستان کے بہت سے علاقوں میں پانی کے لیول کے بہت اونچے ہوجانے کی نشاندھی کی۔

> ڈاکٹر کرسٹوفر شر ستھا شاید دنیا کا وہ پہلا شخص تھا جس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ پاکستان کو ایک سیلاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پرنسپل انوسٹی گیٹر ڈاکٹر پیٹر ویبسٹر نے ایک انگریزی جریدے "ھیرالڈ" کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا" پاکستان میں ہماری تحقیق اور پیشین گوئی کے بارے میں مکمل عدم دلچسپی دکھائی گئی" سیلاب پیشین گوئی کے مطابق آیا۔

ڈاکٹر کرسٹوفر شر ستھا شاید دنیا کا وہ پہلا شخص تھا جس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ پاکستان کو ایک سیلاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دریاؤں میں پانی کے بہاؤ اور بڑے ڈیموں میں پانی کی سطح بارے پیشین گوئی پڑھنے کے بعد، اس نے ایک ای میل انڈس ریور بیسن فلڈ فورکاسٹ پروجیکٹ کے پرنسپل انوسٹی گیٹر کو لکھی، اس کو اس ماڈل بارے الرٹ کیا جو کہ دس دن کے اندر بلند سطح کے سیلاب کی پاکستان کے علاقوں میں آنے کی نشاندھی کر رہا تھا۔ پرنسپل انوسٹی گیٹر، ڈاکٹر پیٹر ویبسٹر کے پاس برصغیر کے شمالی علاقہ جات میں مون سون سیزن فلڈ کی پیشین گوئی پر کام کرنے کا چالیس سال سے تجربہ ہے۔ اس کا آفس ڈاکٹر کرسٹوفر کے آفس کے نیچے بنے ہال میں تھا۔ اس نے اپنے کمپیوٹر کا ڈیش بورڈ کھولا اور ڈاکٹر کرسٹوفر سے مختصر تبادلہ خیال کیا، ورلڈ بینک میں اپنے رابطہ کار کو کال کی اور ان کو پاکستانی حکام کو بھاری بارشوں اور سیلاب کے دس دن کے اندر آنے کے ممکنہ امکان بارے بتانے کو کہا۔ یہاں پاکستان میں یہ الرٹ ایسے کانوں تک گیا جو بہرے تھے۔ پرنسپل انوسٹی گیٹر ڈاکٹر پیٹر ویبسٹر نے ایک انگریزی جریدے "ھیرالڈ" کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا۔

"پاکستان میں ہماری تحقیق اور پیشین گوئی کے بارے میں مکمل عدم دلچسپی دکھائی گئی"

سیلاب پیشین گوئی کے مطابق آیا۔ پاکستان میٹریولوجیکل ڈیپارٹمنٹ نے اگست 2013ء میں ہونے والی بارشوں کو عام معمول سے ہٹ کر انتہائی غیر معمولی قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ 1961ء سے لیکر ابتک ہونے والی انتہائی غیر معمولی بارشوں میں نویں مرتبہ ہونے والی بارشیں تھیں۔ نیشنل ڈیزاسٹر منیجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) کے مطابق اس سیلاب سے 15 لاکھ لوگ متاثر ہوئے۔ اس سال ستمبر کے پہلے دو ہفتوں میں سیلابی پانی نے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلائی اور اس کا سب سے بڑا سبب انتہائی غیر معمولی مون سون بارشوں کا سیزن تھا اور پاکستان میں مون سون بارشوں کے سیزن کی وجہ سے آنے والا یہ پانچواں مسلسل سیلاب تھا۔

ان پانچ سیلابوں میں سے ہر ایک سیلاب کی پیشین گوئی دس دن پہلے ہی ہو چکی تھی۔ 2012ء اور 2013ء میں آنے والے مون سون سیلابوں کے حوالے سے دس دن پہلے الرٹ وارننگ ویبسٹر کی ٹیم نے پاکستانی حکام کو باقاعدہ جاری کی تھی۔ پاکستان میں بھاری مون سون بارشوں کے بعد پانچویں مرتبہ یہ سیلاب کیوں آرہا ہے؟ میبسٹر اور ان کی ٹیم نے ایک تجزیاتی تحقیق شائع کی ہے جو کہ پاکستان میں 2010ء سے 2013ء تک مون سون بارشوں کے ساتھ آنے والے تین سیلابوں کا انتہائی قریب سے جائزے پر مشتمل ہے۔

یہ تحقیقی رپورٹ سیلاب پیدا کرنے والے طوفانوں میں موسمیاتی غیر معمولی سٹرکچر کی نشاندھی کرتی ہے اور بہت سی مشابہہ چیزیں بھی اس میں شامل ہیں۔ یا بتاتی ہے کہ شمالی ہندوستان میں مون سون بارشوں کا جو ایک صدی کا سلسلہ ہے وہ بنیادی تبدیلیوں سے گزر رہا ہے۔ اگر تو یہ نیچرل عمل ہے تو اس طرح کی تبدیلی کو ماضی میں بھی واقع ہوتے دیکھنے کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر ایسا ہے تو پھر یہ یقینی طور پر کلائی میٹ چیلنج ہے۔ ان طوفانوں میں غیر معمولی کیا چیز تھی؟ اور ان میں کیا چیز مشترک تھی؟

معمول کی حالت میں موسم کے پیٹرن جو کہ برصغیر کے شمالی علاقہ جات میں بارشوں کو پیدا کرتے ہیں وہ مون سون سسٹم میں مشرقی اور مغربی اطراف میں مختلف ہوتے ہیں۔ خلیج بنگال میں، جہاں مون سون جنم لیتی ہے، وہاں سمندر کی فضاء میں بلند سطح کے موسچر میں دباؤ سک ہوتا ہے اور تہہ دار بادلوں کو جنم دیتا ہے جو کہ بڑے ایریا میں پھیلا ہوتا ہے اور نتیجے میں جو سٹارم سسٹم پیدا ہوتا ہے وہ کم شدت کا ہوتا ہے لیکن اس کا پھیلاؤ زیادہ اور پرسیپیشن بھی زیادہ ہوتی ہے تو اس سے مشرق میں بارشیں مغرب کی نسبت ذرا کم شدید ہوتی ہیں لیکن دونوں ریجن میں وہ ایک عرصے تک بڑا علاقہ کور کرتی آرہی ہیں۔

لیکن آنے والے تین مون سون سیزن میں جن پر تحقیق ڈاکٹر پیٹر ویبسٹر کی ٹیم نے کی بتاتی ہے کہ ان میں وسیع پھیلاؤ کا تہہ دار بادلوں کا سلسلہ اس ریجن میں بہت کم دیکھا گیا بلکہ اس نے خلیج بنگال سے جہاں یہ معمول کے مطابق ہوتا تھا چلتا ہوا برصغیر کے پاکستانی علاقے میں بھاری موسچر کے ساتھ پھٹ پڑا۔ 2010ء میں یہ سسٹم مزید شمال مغرب کی طرف بڑھا اور ہمالیہ و کوہ ہندوکش کے پہاڑی سلسلے سے ٹکرایا اور جب ایک مرتبہ یہ ان پہاڑوں سے ٹکرایا، یہ مزید اوپر کی طرف اٹھا اور تیزی سے سرد ہو کر اس نے اپنا موسچر شمالی پاکستان پر گرایا اور بھاری سیلاب کا باعث بنا۔ لیکن آنے والے دو سالوں میں یہی سٹارم سسٹم جنوب کی جانب بڑھا کیونکہ جنوب سے شمالی کی جانب چلنے والی ہوا موجود نہ تھی اور یہ پنجاب اور سندھ پر ظاہر ہوا۔ ان دو سالوں میں بارشوں کی شدت کم تھی اور زیادہ تر بارشیں انڈس بیسن سے باہر ہوئیں۔ اور اسی لئے دریاؤں میں پانی کی شدت بھی وہ نہ تھی جو 2010ء میں تھی۔ خلیج بنگال سے مغرب کی طرف سٹارم سسٹم کا رخ ہونا ان تین یکے بعد دیگرے آنے والے مون سون سیلابوں میں مشترک چیز ہے۔ پاکستان میں تین سالوں آنے والے تین سیلابوں اور مشرقی یورپ میں پیدا ہونے والی گرمی کی انتہائی لہر سے ہمالیہ پر پیدا ہونے والے بڑے دباؤ کے درمیان تعلق ہے۔ یہ بلند پریشر سسٹم، اس سے پہلے کم ہی دیکھا گیا، اس نے تبت سے لیکر شمالی افغانستان تک نیچرل رکاوٹ اور بڑے ماحولیاتی دیوار کے طور پر کام کیا اور اس نے وہاں ہوا کا رخ بدلا جو عمومی طور پر پاکستان کے اوپر افغانستان کے سطح مرتفع سے چلا کرتی تھی۔ یہ ہوا خشک اور گرم ہوتی تھی اور اکثر بحیرہ عرب سے موسچر لیتی ہے اور جہاں مغربی مون سون ابتدائی طور پر اس کا موسچر کھینچتا ہے اور کیونکہ یہ موسچر اوپر سے افغان سطح مرتفع سے گرم ہوا سے ملتا تھا تو یہ بڑے سٹارم سسٹم میں نہیں بدلتا تھا۔ لیکن ان تین سالوں میں افغان سطح مرتفع سے یہ گرم ہوا پاکستان پر نہیں چلی بلکہ ایک ڈیپ تہہ بحیرہ عرب پر خلیج بنگال سے بحیرہ عرب اور خلیج بنگال سے چلی اور اس سے ہمالیہ پر جو بلند دباؤ پیدا ہوا، اس نے ان تین سیلابوں میں اہم کردار ادا کیا۔ تو ہوا کا وہ پیٹرن جو کہ خلیج بنگال کے سٹارم سسٹم سے پیدا ہوا اور اس نے مغرب کا رخ کر لیا اور پھر اس نے مغربی افغان سے خشک ہوا کا راستہ بلاک کر دیا اور اس نے پھر ہمارے موسم کے نیچے سمندروں کے موسچر سے اتحاد کر لیا جو ہمارے ہاں سیلابوں کا سبب بنا۔ 2010ء میں 6000 ملی میٹر بارش شمالی علاقہ جات میں ہوئی جبکہ 2011ء میں یہ 2000 ملی میٹر اور 2012ء میں یہ 1000 ملی میٹر تھی۔

اس تحقیقی رپورٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ بارشیں اور سیلاب غیر معمولی تھے لیکن ان کی پیشین گوئی دس دن پہلے ہونی ممکن تھی اور یہ اچانک ٹوٹ پڑنے والی افتاد نہیں تھی۔ 2010ء میں جولائی 28، کو جو سیلاب آیا اس کی پیشین گوئی آٹھ دن پہلے ہی ممکن تھی۔ یہ رپورٹ بتاتی ہے کہ جو سٹارم سسٹم سیلاب لا رہے ہیں ان کی وجہ گلوبل اور ریجنل موسمیاتی پیٹرن کے باہمی اشتراک ہے اور گلوبل کلائی میٹ پیٹرن کو آسانی سے ماڈل کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے جو ڈیٹا ضروری ہوتا ہے وہ آسانی سے یورپی سنٹر فار میڈیم رینج ویدر فورکاسٹ (ای سی ایم ڈبلیو ایف) جیسے ڈیٹا بیس میں موجود ہے جو کہ ایک انٹر گورنمنٹل تنظیم ہے جسے 34 ملکوں کی مدد سے بنایا گیا ہے اور اس کا دفتر برطانیہ میں

ہے۔خاص علاقائی سٹارم سسٹم فورکاسٹنگ ممکن نہیں ہے اگر چہ بڑے پیمانے ماحولیاتی تبدیلی سے لیکر علاقائی سمت رکھنے والے سٹارم سسٹم جو کہ جنوبی ایشیا میں سیلاب لیکر آتے ہیں کی پیشن گوئی بہت حد تک ٹھیک طریقے سے کی جاسکتی ہے۔اسی نکتہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے ویبسٹر نے انڈس ریور بیسن کے لیے ایک ماڈل تیار کیا ہے۔ماڈل ای سی ایم ڈبلیوایف ڈیٹابیس کی 40 ملین روزانہ کی میٹریالوجیکل ریڈنگ پر مشتمل ہے اورای سی ایم ڈبلیوایف ڈیٹابیس کو یہ ریڈنگ لینے کے لیے ایسے کمپیوٹر سرور کی ضرورت ہوتی ہے جو 64 کورز ہو اور ان کی پروسسنگ سپیڈ 3-2 گیگاہٹز ہو اور یہ ماڈل پاکستان کے دریاؤں میں پانی کے بہاؤ کی جوریڈنگ ہے ان کو بھی اس کے ساتھ شامل کرتا ہے اور اس سے پاکستان میں بارشوں کی پیشن گوئی تیار کی جاتی ہے۔یہ ماڈل چار سے پانچ گھنٹے روزانہ دستیاب ریڈنگ اور ڈیٹا کو تجزیہ کرنے میں صرف کرتا ہے اور پھر اور پھر اگلے دس دن کا تفصیلی فورکاسٹ پیش کرتا ہے۔اس ماڈل کے تحت الرٹ حاصل ہونے کے بعد اصل کہانی شروع ہوتی ہے کیونکہ اس الرٹ کے ملنے کے بعد بندوں اور کناروں کو مضبوط کیا جاسکتا ہے، ڈیم خالی کرائے جاسکتے ہیں، بیراجوں کی مرمت کی جاسکتی ہے اور جہاں شگاف ڈالے جانے ہوں اس کا فیصلہ کر کے مطلوبہ اقدامات کئے جاسکتے ہیں اور اس سے انسانی جانوں، لائیوسٹاک کا ضیاع بڑی حد تک بچایا جاسکتا ہے۔

لیکن پاکستان میں میٹریالوجیکل ڈیپارٹمنٹ نے فلڈ الرٹ ستمبر تین 2014ء کو جاری کی جبکہ فلڈ اپنے عروج پر پہنچنے میں محض 48 گھنٹے دور تھا اور جس وقت یہ الرٹ جاری کی گئی تو منگلا ڈیم میں اس وقت پانی کی سطح 1227 فیٹ تھی اور یہ وہ سطح ہے جو اگست کے وسط میں تھی اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انڈس ریور سسٹم اتھارٹی جو کہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں پانی کی تقسیم کی ذمہ دار ہے وہ 28 جولائی سے ہی پانی کو ہر ڈیم سے بہت آہستہ آہستہ چھوڑ رہی تھی حالانکہ بارشوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور ان دنوں ڈیم میں پانی کا بہاؤ 20000 کیوسک تھا اور پھر ستمبر میں اچانک یہ سطح بڑھنا شرو، ہوگئی اور یہ بہاؤ 95000 ہزار کیوسک ہوگیا اور ارسا جو کہ فلڈ الرٹ جاری کرنے کا ذمہ دار ہے، اس نے یہ الرٹ پہلے پہل اس وقت جاری کی جب پانی کا بہاؤ 30000 کیوسک ہوگیا۔

فلڈ پیک 5 ستمبر 2014ء کو تین لاکھ، دس ہزار کیوسک پانی کا بہاؤ ہوگیا لیکن اس دن پانی صرف 15000 ہزار کیوسک چھوڑا گیا اور شاید اس قدر کم تعداد میں پانی چھوڑنے کا مقصد سیلابی پانی کو جمع کرنا ہوگا اور ایک دن میں پانی کی سطح آٹھ فٹ بڑھ گئی اور یہ منگلا ڈیم کے لیے بہت تھی اور پانی کی سطح 1236 فٹ تک جاپہنچی اور جب پانی کی سطح 1240 فٹ تک جاپہنچی اور بہاؤ 413000 ہوگیا تو اس وقت مزید پانی منگلا ڈیم میں محفوظ نہیں ہوسکتا تھا تو ڈیم کے سپل اوور کھول دئے گئے اور یک دم چھوڑے گئے پانی کی مقدار 15000 ہزار سے بڑھ کر 282،000 ستمبر 2014ء میں کر دی گئی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہلم میں پانی کی وہ سطح ہوگئی جو چناب میں تھی اور ان دونوں کے پانی کا میلاپ ہیڈ تریموں پر ہوا اور یہ تریموں کا بند تھا جس کے ہیڈورکس کو بچانے کے لیے سب سے زیادہ بند توڑے گئے اور تین شگاف تریموں پر ڈالے گئے، جن میں ایک شگاف تو بیراج کے گرد کنارے پر ڈالا گیا اور یہی وہ ایریا ہے جہاں سب سے زیادہ سیلاب آیا۔ایڈوانس وارننگ کے ساتھ منگلا کو بہت پہلے خالی کرایا جاسکتا تھا، اور اس کو سیلاب کے پانی کو زیادہ سے زیادہ جذب کرنے کے قابل بنایا جاسکتا تھا اور اس طرح سے دریائے جہلم میں کوئی فالتو پانی چھوڑنا نہ پڑتا اور اس چناب میں میں بھی سیلاب کے عروج پر تریموں ہیڈ پر زیادہ اچھے طریقے سے تباہی سے بچا جاسکتا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو پنجند، سکھر اور گدو بیراجوں پر سیلابی پانی آسانی سے کنٹرول کیا جاسکتا تھا۔اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ سیلاب سے آنے والی تباہی قدرتی سے زیادہ غفلت، نااہلی اور بدانتظامی کا سبب تھی جس میں پاکستان کا میٹریالوجیکل ڈیپارٹمنٹ، انڈس ریور سسٹم اتھارٹی بھی برابر کی ذمہ دار ہے اور اس میں پاکستان کی وفاقی حکومت، پنجاب حکومت کی نااہلی بھی سامنے آتی ہے جس نے ایک تو پہلے سے موجود وارننگ کو سنجیدگی سے نہیں لیا اور پنجاب میں گزشتہ سیلاب کی تباہ کاریوں کے ذمہ داران کا تعین کرنے والے فلڈ کمیشن کی سفارشات پر عمل درآمد نہیں کیا۔

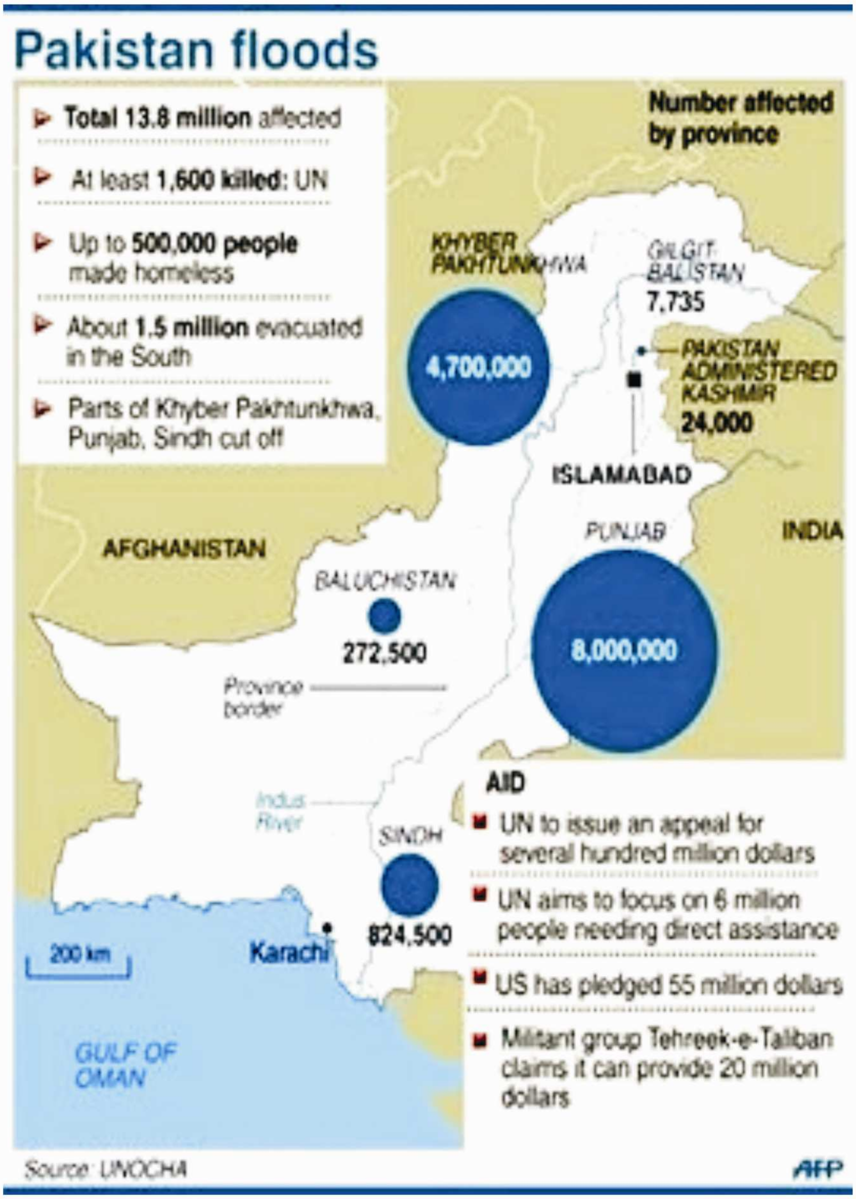

مکہ کی تباہی

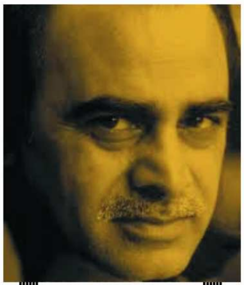

ضیاء الدین سردار

انیس سو چونسٹھ میں جب مالکیم ایکس نے مکّہ مکرمہ کا دورہ کیا تھا تو اس نے اس وقت مکّہ کو خود ایک قدیم ترین شہر کے طور پر پایا تھا اور لکھا کہ جزوی طور اگرچہ مسجد الحرام کی جو توسیع کی گئی ہے اس سے اس کی خوبصورتی ہندوستان میں موجود تاج محل سے کئی گنا زیادہ ہوجائے گی۔ پچاس سال بعد، کوئی بھی اب مکّہ کو ایک قدیم شہر یا اسلام کے مقدس ترین شہر کو خوبصورتی کے ساتھ نتھی نہیں کرسکتا۔ حاجی جو اس ہفتے فریضہ حج کی ادائیگی کررہے ہیں ان کے لیے مکّہ کی تاریخ کو وہاں تلاش کرنا فضول کی شق ثابت ہوگا۔ شہر میں غالب تعمیراتی شاہکار اب مسجد الحرام نہیں ہے، جہاں کعبہ ہر جگہ کے مسلمانوں کا علامتی مرکز ہے۔ بلکہ یہ مکہّ رائل کلاک ٹاور ہوٹل ہے، جو کہ 1972 فٹ کی بلندی کے دنیا کی بلند ترین عمارتوں میں سے ایک ہے یہ اس دیوقامت عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے کا ایک حصّہ ہے جس میں پرآسائش شاہانہ شاپنگ مال، ہوٹل اور بلند وبالا چوٹیوں کو گھیرے ہوئے سلسلے شامل ہیں۔ قدیم پہاڑیوں کو زمین بوس کر کے جگہ کو ہموار کردیا گیا ہے۔ شہر اب ہشت پہلو ہے اور کنکریٹ کی بنی ہمئی بلند وبلا عمارتوں سے گھرا ہوا ہے جس میں ڈزنی لینڈ اور لاس ویگاس کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس شہر کے نام نہاد سرپرست، سعودی عرب کے حکمران اور وہابی ملّا تاریخ سے گہری نفرت کرتے ہیں۔ وہ ہر شئے کو ایک نئے برانڈ کی شکل دینے کے مشتاق ہیں۔ اسی دوران جگہیں جو حاجیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لیے پھیلائی جارہی ہیں جن کی تعداد 10 لاکھ سے بڑھ کر 30 لاکھ ہوگئی ہے۔

مکّہ کی تباہی کا پہلا مرحلہ 1970ء کے درمیان میں شروع ہوا تھا، اور میں نے خود وہاں اس کا مشاہدہ کیا تھا۔ لاتعداد قدیم تاریخی عمارتیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانے سے چلی آرہی مسجد بلال بھی شامل تھیں زمین بوس کردی گئیں تھیں۔ عثمانیوں کے پرانے گھر، ان کے تاریخی جھروکوں سمیت، ان کے کروی دروازے جدید دروازوں کے ذریعے ہٹادئے اور چند سالوں میں مکّہ کو ایک جدید شہر میں بدل دیا گیا جس میں کئی لین والی سڑکیں، سپیگیٹی جنکشن، بڑے ہوٹل اور شاپنگ مال شامل تھے۔ باقی جو مذھبی اور ثقافتی اعتبار سے اہمیت کی حامل قدیم عمارتیں تھیں ان کو حال ہی میں ختم کردیا گیا۔ مکّہ رائل کلاک ٹاور، 2012ء میں ایک اندازے کے مطابق کلچرل اور تاریخی اہمیت کی 400 جگہوں اور قبروں کو مسمار کر کے کے تعمیر کیا گیا جن میں شہر کی صدیوں پرانی قدیم ترین تاریخی عمارتیں بھی شامل تھیں۔ بلڈوزر آدھی رات کو آن پہنچے، صدیوں سے وہاں رہنے والے خاندانوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کردیا گیا۔ کمپلیکس اجیاد قلعہ پر کھڑا ہے جو کہ 1780ء میں مکّہ کو ڈاکوؤں اور حملہ آوروں سے محفوظ رکھنے کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پہلی بیوی کا گھر بیت الخلاء پر مشتمل ایک بلاک میں بدل دیا گیا۔ مکّہ ہلٹن کی تعمیر حضور اکرم ﷺ کے سب سے گہرے دوست اور رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کو گرا کر بنایا گیا ہے۔ کعبہ کو چھوڑ کر، مسجد الحرام کے اندر کی جو تاریخ ہے وہ اب کٹ پھٹ اور منتشر ہوچکی ہے۔ مسجد

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پہلی بیوی کا گھر بیت الخلاء پر مشتمل ایک بلاک میں بدل دیا گیا۔ مکّہ ہلٹن کی تعمیر حضور اکرم ﷺ کے سب سے گہرے دوست اور رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کو گرا کر بنایا گیا ہے۔ کعبہ کو چھوڑ کر، مسجد الحرام کے اندر کی جو تاریخ ہے وہ اب کٹ پھٹ اور منتشر ہوچکی ہے۔

ماڈرن جدید شکل کی عمارت کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

اس شہر میں مذہبی تقدس کے حوالے سے انتہائی قدیم عمارت وہ گھر ہے جہاں پیغمبر اسلام نے زندگی گزاری تھی۔ آل سعود کی حکمرانی کے زیادہ تر ادوار میں یہ مویشی منڈی کے طور پر استعمال ہوتی رہی، پھر اس کو ایک کتب خانے میں بدل دیا گیا، جو کہ عام لوگوں کے لیے نہیں کھلا تھا بلکہ اس کتب خانے کی عمارت کو بھی زیادہ ریڈیکل وہابی مولوی گرانے کا مطالبہ کرتے رہے۔ وہابی مولویوں کو خوف ہے کہ، ایک دفعہ داخلے کی اجازت ملی تو حاجی یہاں پر پیغمبر سے استمداد کریں گے، ان کے وسیلہ سے دعا مانگیں گے اور یہ عمل وہابیہ کے نزدیک شرک ہے اور اب بہت جلد ہی یہ مکتب خانہ جو مولد نبی کریم ﷺ ہے بہت جلد گرا دیا جائے گا اور اس کی جگہ شاید پارکنگ لاٹ بنے گا۔ مکّہ کی ثقافتی تباہی نے شہر بہت ریڈیکل انداز میں بدل ڈالا ہے۔ بغداد، دمشق اور قاہرہ کے برعکس، مکّہ کبھی اسلام کا بہت بڑا علمی، فکری اور ثقافتی مرکز نہیں رہا۔ لیکن یہ ہمیشہ سے ایک تکثیری شہر رہا جہاں پر مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے مسلمانوں کے درمیان بحث مباحثہ ہوا کرتا تھا اور وہاں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن اب یہ صرف وہابی مذہب کا ہی شہر بن کر رہ گیا ہے۔ جہاں پر سوائے وہابی تعبیرات، توجیحات اور سخت گیر تنگ نظری پر مبنی روش کو پھیلانے اور اس پر بات کرنے کی اجازت ہے اور وہاں پر سوائے سلفی وہابی ازم کے باقی سب مسالک کو غلط اور غیر اسلامی خیال کیا جاتا ہے۔ پچھلے سال مشی گن سٹیٹ امریکہ سے فریضہ حج پر آئے ہوئے ایک حاجیوں کے گروپ پر وہابیوں نے چاقوؤں سے حملہ کر دیا تھا۔ مکّہ کی تاریخ کے مٹائے جانے کے عمل کا خود حج پر بھی بہت زیادہ اثر پڑا ہے۔ لفظ "حج" کا طلب کوشش اور سعی کرنا کے ہیں۔ یہ کوشش مکّہ میں سفر کر کے، ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر اور رسوم ادا کر کے اور مختلف مسالک اور کلچر کے لوگوں سے گھل مل کر اور تاریخ اسلام کو جان کر کی جاتی ہے اور اس سے روحانی تسکین حاصل کرنا مقصود ہوا کرتا ہے۔ لیکن آج حج ایک پیکیج ٹور ہے، جہاں آپ کو ایک گروپ سے بندھے ہوئے ایک ہوٹل سے دوسرے ہوٹل حرکت کرنا پڑتی ہے اور شاذ و نادر ہی آپ کا مختلف ثقافتوں، نسلی گروپوں سے سامنا ہوتا ہے۔ تاریخ سے بانجھ اور مذہبی و ثقافتی تنوع سے خالی حج اب بدل دینے والا اور ہمیشہ روحانی طور پر ترو تازہ رکھنے والا تجربہ نہیں رہا ہے۔ مکّہ مسلم دنیا کا عالم اصغر ہے۔ مسلمانوں پر اس شہر کا کیا اثر پڑے گا؟ اسلام کا روحانی مرکز الٹرا ماڈرن ہو چکا ہے اور یک نوعی وہابی آمریت کا مرکز بن چکا ہے، جہاں پر اختلاف کو برداشت نہیں کیا جاتا، تاریخ کا کوئی مطلب نہیں ہے، صارفیت پسندی پیراماؤنٹ ہے۔ اور اس لیے مسلم ممالک میں وہابی ازم، اسلام کی گمراہ کن تعبیرات جڑ پکڑ چکی ہیں کیونکہ اسلام کے دل مکّہ میں ایسی گمراہ کن تعبیرات کی حامل وہابیت کا قبضہ ہے۔

بغداد، دمشق اور قاہرہ کے برعکس، مکّہ کبھی اسلام کا بہت بڑا علمی، فکری اور ثقافتی مرکز نہیں رہا۔ لیکن یہ ہمیشہ سے ایک تکثیری شہر رہا جہاں پر مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے مسلمانوں کے درمیان بحث مباحثہ ہوا کرتا تھا اور وہاں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن اب یہ صرف وہابی مذہب کا ہی شہر بن کر رہ گیا ہے۔ جہاں پر سوائے وہابی تعبیرات، توجیحات اور سخت گیر تنگ نظری پر مبنی روش کو پھیلانے اور اس پر بات کرنے کی اجازت ہے اور وہاں پر سوائے سلفی وہابی ازم کے باقی سب مسالک کو غلط اور غیر اسلامی خیال کیا جاتا ہے۔

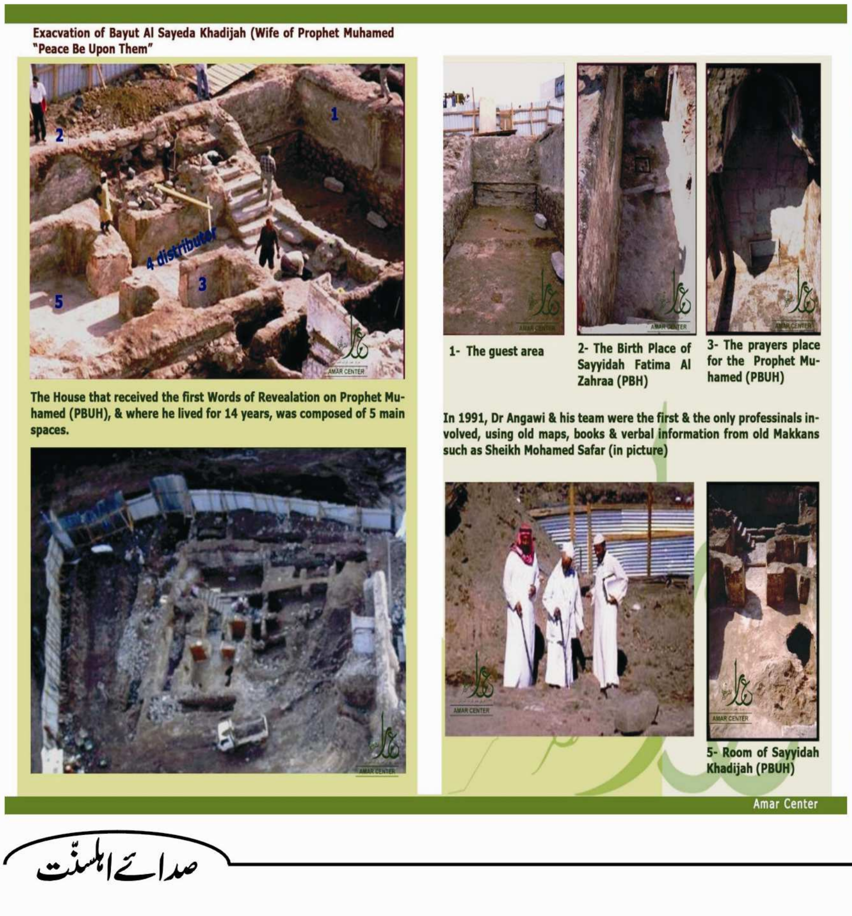

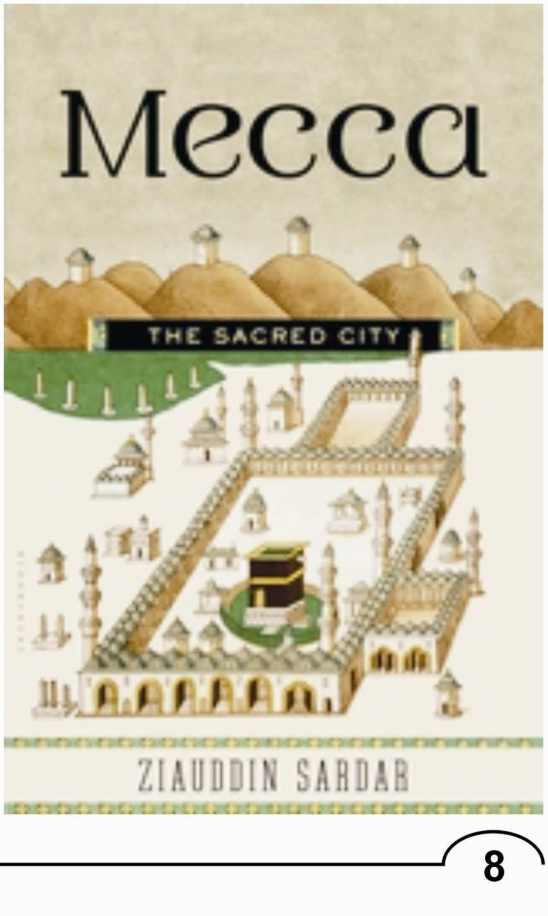

مکہ کی تباہی میں زر پرست وہابیت کا کردار

LobeLog
foreign policy

تھامس ڈبلیو لپ مین

جولوگ جدہ جاتے ہیں جو کہ بحیرہ احمر کی بندرگاہ اور مسلمانوں کے لیے مکّہ میں داخلے کا انٹری پوائنٹ ہے ان کے لیے سمیع انجوی سعودی عرب کے سب سے معروف آرکیٹکٹ کے گھر کا دورہ حیران کن ثابت ہوتا ہے۔اس گھر کے اردگرد ہر ایک شیئے پرذوق، دعوت شوق کو ابھارنے والی اور تاریخ وثقافتی فضاء کو برقرار رکھنے والی ہے جو اس کے گرد موجود ہے۔ یہ ان ڈور تلاب کے گرد تعمیر کی جانے والی ایک مستطیل عمارت ہے جس کا فرش سرامک ٹائلوں سے بنا ہے جو فارسی قالین کی طرح لگتا ہے۔ آرام دہ تزئین و آرائش اور بکثرت درخت عربی روایات کی عکاسی کرتے ہیں۔پچھلے دنوں میں وہاں تھا اور جمی کارٹر بھی میرے ساتھ تھے۔ یہ محل جس قدر شاندار ہے یہ وہ بنیادی وجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے انجوی کی شہرت سعودیہ عرب سے باہر کی دنیا میں ہوئی ہے۔ وہ تین عشروں سے ان لوگوں کی آوازوں میں سے سب سے طاقتور آواز ہے جو قدیم شہر مکّہ نہ رکھنے والی تباہی اور تاریخی عمارتوں کی جگہ دیوقامت اور بدصورت بلند وبالا اپارٹمنٹ عمارتیں، ہوٹل اور ان سے جڑا رائل مکّہ کلاک ٹاور کی تعمیر پر سراپا احتجاج ہیں، یہ وہ رائل مکّہ کلاک ٹاور ہے جس نے اسلام کے سب سے مقدس مقام کعبہ، مسجد الحرام سب کو پس منظر میں دھکیل دیا ہے۔سعودی عرب کی حکومت مکّہ کی نام نہاد جدیدیت اور بڑے پیمانے پر نئی تعمیرات جس میں توسیع مسجد الحرام کا منصوبہ بھی شامل ہے کا جواز یہ کہہ کر پیش کرتی ہے کہ حجاج کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لیے درکار رہائش اور ان کی خدمت کے لیے مامور کاروبار کے لیے اس کی ضرورت تھی۔ انجوی اور اس کے اتحادیوں کا خیال ہے کہ ان تعمیرات کا محرک وہ نہیں ہے جو سعودی حکومت بتلاتی ہے۔ان کا یقین ہے کہ قدیم گھر اور وہ مقابر جو کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے متعلق تھے اس لیے تباہ کئے جارہے ہیں کہ سعودی عرب کے وہابی ملّا ان مقامات کو عوام کے لیے باعث برکت اور مقام توسل واستغاثہ بننے دینا نہیں چاہتے اور ان کے نزدیک یہ شرک عظیم ہے اور اسلام کے منافی ہے اور وہ اسے توحید کے منفی خیال کرتے ہیں جو اسلام کا پہلا اصول ہے۔

انجوی اور دوسرے نقادوں کے خیال میں ان تاریخی آثار کی جانب سعودی حکومت اور وہابی ملاؤں کا یہ معاندانہ رویہ مذہبی بنیادوں پر بربریت کے مترادف ہے اور یہ عمل طالبان کی جانب سے بامیان میں بدھوں کے مجسموں کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

انجوی کی نظر میں یہ عمل مکّہ کی نیچر اور کعبہ کے تقدس کے خلاف ہے اور اس کے متضاد ہے۔انجوی جس کے خاندان کی جڑیں جدہ کے اندر بہت گہری ہیں اور وہ وہاں پر ایک معروف شخصیت ہے اور اکثر وہ عمانی طرز کا عمامہ باندھتا ہے نہ کہ سعودیہ طرز کا روائتی رومال۔ایسا ملک جہاں پر اخلافی آوازوں کو زبردستی خاموش کرانے کی روایت ہے وہاں پر وہ کئی سالوں سے بے باکی سے بول رہا ہے اور وہ رہا ہے۔اس کے خیالات اس کے سماجی رابطے کی ویب سائٹ فیس بک پر دیکھے جاسکتے ہیں اور اس نے وال سٹریٹ جرنل کو 2012ء میں ایک فرنٹ پیج پر شائع ہونے والے آرٹیکل میں اپنے نام سے سعودی عرب کی حکومت پر تنقید کو شائع کرنے کی اجازت دی۔اس نے امریکی روزنامہ نیویارک ٹائمز کو بتایا کہ سنٹرل مکہ کی تعمیر نو کا یہ انداز خود پیغمبر اسلام کی منشاء کے بھی خلاف ہے جو کہ خود بھی مکّہ کی قدیم چیزوں کی اور مقدس چیزوں کی حفاظت کے خواہاں تھے۔

انجوی کے مطابق رسول کریم ﷺ نے کعبۃ اللہ کے مقابلے میں ہر ایک چیز کو عاجزانہ انداز میں رکھنے کی تلقین کی تھی اور کہا تھا کہ کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے کعبہ کے جاہ وجلال اور اس کی شان وشوکت پر کوئی حرف آئے۔مکّہ میں تو ببول کے درخت کو کاٹنا منع ہے اور وہاں پر شکار حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کو اپنے والد کا قاتل وہاں نظر آئے تو، آپ اس پر بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔سیرت پیغمبر، وہ لینڈ سکیپ جہاں نبی کریم ﷺ نے زندگی گزاری اس کو مسمار کردیا گیا اور مکّہ کی قدامت اور پرانے تاریخی آثار کے بغیر سیرت محمدی ﷺ ایک متھ میں بدل جاتی ہے۔

The Prophet said that you can't cut a thorn plant in Mecca, you can't hunt in Mecca. Even if you see the killer of your father, you can't raise your hand",he said".Everything in Mecca shall be humble in relation to the House of God. The seerah of the Prophet, the landscape where he lived his life, is being demolished. Without it, the life of the Prophet becomes a myth".

انجوی نے 2010ء میں ایک صحافی کو بتایا تھا کہ سعودی حکومت اس پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سعودی عرب سے باہر رہے۔ یہاں بہت سی چیزیں ہیں جن کو انجوی کے بقول وہ کرنا چاہتا ہے لیکن اس کو اپنے ملک میں یہ کرنے نہیں دی جا رہیں۔ اس نے مصر کے شہر قاہرہ سے شائع ہونے والے ایک جریدے کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا تھا کہ اس کو ہوسکتا ہے سعودی عرب چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جو کہہ رہا ہے کچھ لوگ سعودیہ عرب میں سننا نہیں چاہتے اور اس کا کہنا تھا کہ وہ جوان دنوں مصر کے شہر قاہرہ میں نظر آرہا ہے تو وہ چھٹیوں پر نہیں آیا بلکہ وہ تو اپنے ملک سے دور رہنے کی عکاسی کر رہا ہے ۔معاملہ کوئی بھی ہو، اب بہت دیری ہوچکی ۔۔۔۔۔۔اسے لڑائی میں شکست ہوگئی ہے۔ مکّہ اب ایک جدید میٹروپولیٹن شہر ہے جس میں بلند و بالا عمارتیں ہیں، مہنگے ترین ہوٹل ہیں اور اس شہر میں تاریخی قدامت نام کی کوئی اکا دکا چیزیں ہی باقی رہ گئیں ہیں۔ ابھی حال ہی میں سعودی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے ایک فوٹو میڈیا کو جاری کیا ہے جس میں ایک میٹرو ٹرین، حاجیوں کو تیزی کے ساتھ ان کی مطلوبہ جگہ تک لیجانے والی ایکسپریس وے، تعمیراتی کرینوں کا جنگل، مسجد الحرام کے ساتھ ملحقہ بلند عمارتوں کے ڈھانچے اور ان سب بلند انجوی کے بقول احمقانہ رائل مکّہ ٹاور نظر آرہا ہے۔

برطانوی اخبار ڈیلی انڈی پینڈیٹ میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں وہ سوال کرتا ہے کہ کیا یہ سب کچھ کرنے کی آپ روم میں اجازت دیں گے؟ یا عین لندن کے وسط میں ایسا کرنے کی اجازت دیں گے؟ یہاں تک آج اگر کوئی شخص بگ بین کو اور زیادہ بڑا کرنا چاہے تو آپ سب لندن والے اس کے خلاف اعتراض کریں گے۔ اب ہم ہیں کہ بندروں کی طرح نقالی کر کے اپنا بگ بین ٹاور جو کہ دنیا کا سب سے بڑا ٹاور ہوگا مکّہ لے آئیں ہیں۔ یہ بات مجھے غصہ دلاتی ہے۔ شاید اسے ٹاپ کپئی محل میوزیم استنبول کی عظیم الشان عمارت سے ملے گی جہاں پر عثمانی سلطانوں کے پاس موجود تبرکات اور نوادارات رکھی گئیں ہیں جن میں سے کئی ایک کا تعلق محمد ﷺ سے ہے۔ ان تبرکات میں محمد ﷺ کی چادر مبارک، ان کی کمان اور خطوط جو انھوں نے ابتدائی اسلام لانے والوں کے بارے میں لکھے تھے۔ ترکی کی وزارت ثقافت نے ایک شاہانہ کافی ٹیبل بک ان تبرکات کے بارے میں شائع کی ہے جو کہتی ہے کہ عثمانیوں نے ان تبرکات کو مرکز عبادت نہیں بنایا لیکن جہاں یہ نوادرات رکھی گئی ہیں اس ہال کو ایک متبرک مقام حاصل ہے اور اس کا دورہ زیارت کرنے والوں کے دل محبت رسول سے سرشار ہوجاتے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ ہمیشہ سے مقام محبت و شانتی رہے گا۔

عثمانی سلطانوں کے پاس موجود تبرکات اور نوادارات رکھی گئیں ہیں جن میں سے کئی ایک کا تعلق محمد ﷺ سے ہے۔ ان تبرکات میں محمد ﷺ کی چادر مبارک ان کی کمان اور خطوط جو انھوں نے ابتدائی اسلام لانے والوں کے بارے میں لکھے تھے۔ ترکی کی وزارت ثقافت نے ایک شاہانہ کافی ٹیبل بک ان تبرکات کے بارے میں شائع کی ہے جو کہتی ہے کہ عثمانیوں نے ان تبرکات کو مرکز عبادت نہیں بنایا لیکن جہاں یہ نوادرات رکھی گئی ہیں اس ہال کو ایک متبرک مقام حاصل ہے۔

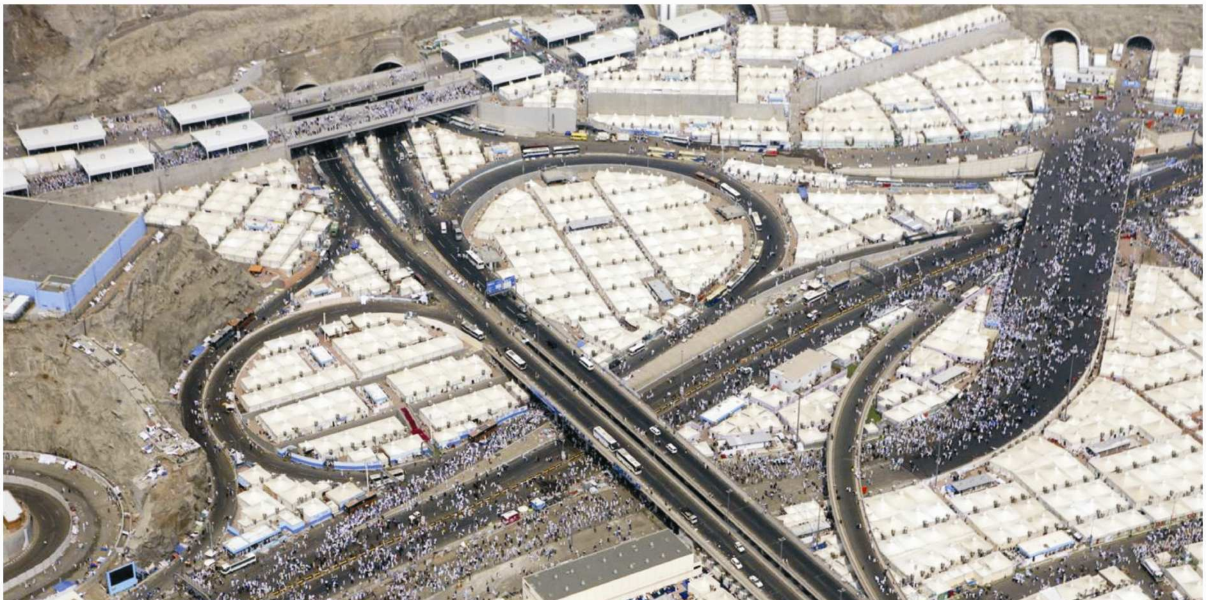

سعودی عرب کی تاریخ دشمنی

تحریر: محمد خالد نورانی

مکّہ میں دنیا کی سب سے بلند ترین عمارت کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس عمارت کا نام رائل مکّہ ٹاور ہے اور یہ سعودی عرب کی حکومت کی جانب سے مکّہ کو جدید سہولیات و تعمیرات سے آراستہ کرنے کے ایک میگا کا پروجیکٹ کا حصّہ ہے جس کے تحت مکّہ شہر کے وسط میں جدید شاپنگ سنٹرز، اقامتی ہوٹل، اپارٹمنٹ، بینک برانچز، میٹروٹرین، ایکسپریس وے، میٹرواسٹیشن، پارکنگ لاٹ اور مسجد الحرام کی توسیع کے منصوبے شامل ہیں، جن میں سے بہت سے تو مکمل ہو گئے ہیں جبکہ کچھ مکمل ہونے کے قریب ہیں۔

مکّہ کو جدید بنائے جانے کے اس نئے مرحلے کا جیسے ہی آغاز ہوا تھا تو مکّہ کو ماڈرن بنانے کے خلاف بہت سی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ ویسے تو سعودیہ عرب میں ایسے سعودی ماہرین فن تعمیر و آثار قدیمہ اور ماہرین ثقافت و تاریخ کا قحط ہے جو سعودیہ عرب میں آل سعود اور ملائیت کی جانب سے تاریخ، قدیم تعمیرات اور ثقافت کی تباہی کو روکنے میں سنجیدہ رہے ہوں، جبکہ خود سعودی حکومت بھی اپنے وجود کے اول دن سے تاریخ، آثار قدیمہ، ثقافت سے کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہیں رکھتی ہے لیکن ہم نے سعودیہ عرب کے اندر کوئی ایسی سیکولر، ماڈرن تحریک بھی کھڑی ہوتی نہیں دیکھی جو سعودیہ عرب میں تاریخ، ثقافت اور فن بارے سعودی عرب کے دشمن والے سلوک پر آواز بلند کرتی۔ 1925ء میں جب ابن سعود نے مکّہ اور مدینہ پر قبضہ کرلیا اور مکّہ کے اندر جنت معلیٰ اور مدینہ میں جنت البقیع کو مسمار کیا گیا، جبکہ مولد پیغمبر کو مویشی منڈی بنایا گیا تو اس زمانے میں ہندوستان، ترکی، مصر سے زبردست احتجاج دیکھنے کو ملا تھا اور پوری مسلم دنیا میں مکّہ اور مدینہ میں مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کے خلاف سخت فضاء دیکھتے ہوئے سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے لیپا پوتی کرکے اور رشوت کا بازار گرم کرکے بڑھتے ہوئے دباؤ کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ 1970ء میں جب سعودیہ عرب پیٹروڈالر سے سر سے پیر تک نہاچکا تھا زیادہ منظم انداز میں پورے سعودیہ عرب کو جدید سرمایہ داری معاشرے میں بدلنے کے لیے ترقیاتی کاموں کا آغاز کیا گیا اور اسی جدیدیت کے نام پر مکّہ اور مدینہ کی توسیع وغیرہ کا کام بھی شروع کیا گیا تھا۔ سعودیہ عرب کے نام سے جو ملک آل سعود اور وہابی ملائیت کے اشتراک سے نجد وحجاز پر قبضہ سے وجود میں آیا اس کی فکری بنیاد علامہ ابن تیمیہ، حافظ عبدالہادی، ابن قیم اور محمد بن عبدالوہاب اور پھر آل شیخ کے وہابی مولویوں بشمول شیخ ابن باز، صالح العثیمین کے کٹر ظاہریت پسند تصورات اور خیالات پر استوار ہوئی اور یہ وہ لوگ تھے جن کے خیال میں اسلام اور مسلمانوں کے زوال کا سبب اور ان کے غلام بن جانے کی وجہ مسلم معاشروں کی مروجہ ثقافت اور ان کی مروجہ سماجی زندگی ہے اور ان دونوں بنیادوں سے جو مسلم تاریخ، مسلم فن تعمیر، ثقافتی مظاہر سامنے آئے وہ سب کے سب غیر اسلامی، شرکیہ اور بدعت ہیں۔ آل سعود نے مکّہ، مدینہ اور پورے حجاز میں اسلام کے ظہور میں آنے سے لیکر خلفائے راشدین، اموی، عباسی، آل بویہ، سلجوک، ترک عثمان تک کے ادوار کے تمام تر تاریخی، ثقافتی، مذہبی ورثے کو یکسر مسترد کردیا اور ایک طرح سے چودہ سو سال کی مسلم عرب حجاز کی تاریخ، ثقافتی آثار اور فن تعمیر کے نمونوں کو شرک، بدعت اور غیر اسلامی قرار دیکر رد کردیا گیا۔ مسلم تاریخ میں جتنے بھی حکمران نوآبادیاتی دور سے قبل آئے انھوں نے اگرچہ مجسمہ سازی وغیرہ رد کیا تھا لیکن فن تعمیر کے حوالے سے وہ اتنے بانجھ اور کٹھور کبھی نہ تھے جتنے آل سعود واقع ہوئے ہیں اور ان کی فوجی فتوحات میں قدیم تاریخی آثار کو مٹائے جانے میں اتنی شدت کبھی بھی دیکھنے کو نہیں ملی تھی جتنی آل سعود کے ہاں پائی جاتی ہے اور یہ تو کسی مسلم حکمران نے نہیں کیا تھا کہ اس نے کسی قدیم مکان، درخت، مقبرے کو مسلم بزرگوں کی نسبت ہونے کی وجہ سے گرادیا ہو۔

آثار قدیمہ اور تاریخ کو مٹانے کا کام اگر پورے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ کسی نے سرانجام دیا تو وہ آل سعود، وہابی ملائیت اور ان کی مدد و اعانت سے پروان چڑھنے والے طالبان تھے لیکن افغان طالبان کے امیر ملّا عمر نے کم ازکم افغانستان میں یہ فرق تو ملحوظ رکھا کہ اس نے قندھار میں اپنی خلافت کا حلف اٹھاتے ہوئے احمد شاہ ابدالی کے مزار پر وہ خرقہ زیب تن کیا جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی جانب کی جاتی ہے اور انھوں بامیان میں بدھا کے مجسمے کو اڑانے کے علاوہ افغانستان کی تاریخی و ثقافتی اہمیت کی زیادہ عمارتوں کو نقصان نہ پہنچایا لیکن اگر اسامہ بن لادن کو افغانستان میں اور زیادہ پاؤں جمانے کا موقعہ مل جاتا اور عرب وہابی جہادی جیسے وہاں پر قبضہ کررہے تھے تو بہت جلد وہاں وہی مناظر دیکھنے کو ملتے جو ہم نے خیبر پختون خوا اور قبائلی ایجنسیوں میں ان کی آمد کے بعد دیکھے تھے کہ کوئی مزار، کوئی امام بارگاہ ان کی بربریت سے محفوظ نہ رہی اور پھر گیت، سنگیت، فنون لطیفہ، کھیل سب ہی ان کی بربریت کا نشانہ بن گئے اور آج کل ہم ثقافت دشمنی کا بڑے

پیمانے پر نظارہ شام اور عراق میں 40 ہزار مربع کلومیٹر پر قائم داعش کی خلافت کی جانب سے دیکھ رہے ہیں۔

سعودی عرب مکّہ اور مدینہ کو جدید بنانے کے نام پر وہاں سے تاریخ کے مادی آثار کو مکمل مٹانے کا فیصلہ کیا اور یہ فیصلہ انھوں نے اس دلیل کے ساتھ کیا کہ مکّہ اور مدینہ میں زائرین کی تعداد میں بہت اضافہ ہوگیا ہے اور حج وعمرہ کرنے کے لیے آنے والوں کے لیے مسجد الحرام کی توسیع اور حاجیوں کی رہائش، ان کی خدمت کے لیے ضروری کاروبار کے لیے سہولتیں فراہم کرنے کے لیے جدید ترقیاتی کام اشد ضروری ہیں۔ یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ترقی صرف مکّہ اور مدینہ میں موجود پرانے فن تعمیر کو مٹا ڈالنے اور وہاں پر تاریخی آثار کو ختم کر دینے سے ہی ہوسکتی تھی؟

میں خود تو فن تعمیر کی مبادیات سے واقف نہیں ہوں لیکن اس حوالے سے کئی ایک فن تعمیر کی بہت زیادہ شدبد رکھنے والے دانشوروں کی تحریریں سامنے آئی ہیں جن میں ایک تو خود جدہ سے تعلق رکھنے والے معروف آرکیٹیکچر محمد سامی محسن عنقاوی ہیں، دوسرے برطانوی نژاد پاکستانی ماہر فن تعمیر ضیاء الدین سردار ہیں، تیسرے سری نگر سے تعلق رکھنے والے معروف دانشور، فلم ڈائریکٹر، سکرپٹ رائٹر، صحافی بشارت پیر اور چوتھے تھامس لپ مین ہیں۔ اور ایک اور اسلامک ہیرٹیج فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر عرفان علاوی ہیں، جن کی جانب سے مکّہ اور مدینہ کی اس نام نہاد جدیدیت کی شدید مخالفت کی جارہی ہے اور وہ اسے تعمیر کی بجائے تباہی قرار دے رہے ہیں۔

ضیاء الدین سردار نے " مکّہ کی تباہی" کے عنوان سے ایک آرٹیکل لکھا، اس آرٹیکل میں انھوں نے مکّہ کی جدیدیت کو الٹرا ماڈرنائزیشن کا نام دیا اور ان کے خیال میں مکّہ کی جدید تعمیر اصل میں پورے مکّہ کی تاریخ کو مٹانے اور دوسری طرف خود مقصد حج کو فوت کرنے کے مترادف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سعودی عرب نے قدیم اسلامی تاریخی شہر مکّہ کو مٹا کر اس کی جگہ سعودی عرب کا نیا ڈزنی لینڈ اور لاس ویگاس پیدا کر دیا ہے۔ ضیاء الدین سردار نے اس الٹرا ماڈرنائزیشن کا دانشورانہ تباہی کا پہلو بھی تلاش کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ آل سعود اور اس کے وہابی ملّاؤں نے ایسا جدید مکّہ تعمیر کیا ہے جو مونولتھک ہے، بہت زیادہ کٹر پنتھی ہے اور تنوع و تکثیریت کا دشمن ہے اور وہ اس الٹرا ماڈرنائزڈ مکّہ کو پوری مسلم دنیا کو مونولتھک اور تنوع و تکثیریت مخالف معاشروں میں بدل جانے کا ذمہ دار بھی قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں جو حاجی جدید مکّہ میں مناسک حج ادا کرنے کے دوران اسلام کی ابتدائی تاریخ سے لیکر بعد تک کے ارتقائی سفر کی تلاش وہاں کرنے کی کوشش کریں گے تو ان کو اس تلاش میں گوہر مقصود ہاتھ نہیں آئے گا اور نہ ہی حج اب مختلف نسلی، قومیتی، لسانی، مسلکی پس منظر کے حامل لوگوں کے درمیان باہمی تبادلہ خیال اور فکری جدال کا موقعہ فراہم کرنے والا اور مکّہ تنوع پر مبنی فکری مکالموں کا مرکز رہا ہے بلکہ حج ایک پیکیج میں بدل گیا ہے جس میں ایک ہوٹل سے دوسرے ہوٹل، ایک مخصوص گروپ میں حرکت کرنے کا نام ہی حج رہ گیا ہے۔

سرمایہ دارانہ جدیدیت کی علمبردار اقوام نے لندن، پیرس، روم کی تاریخی، ثقافتی اور مذھبی شناخت کو باقی رکھا اور ان کو ان کی تاریخ سے محروم اور بے چہرہ نہیں کیا، اس بات کو خود سعودیہ عرب کے ماہر فن تعمیر محمد سامی محسن عنقاوی جو جدہ کے رہنے والے بہت شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ سامی محسن عنقاوی نے 1975ء میں "حج ریسرچ سنٹر" کی بنیاد رکھی اور اس سنٹر کے تحت انھوں مکّہ اور مدینہ میں قدیم تاریخی عمارتوں کو محفوظ بنانے اور ان کو تلاش کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا اور اپنے طور پر مکّہ اور مدینہ کی تاریخ کو محفوظ بنانے کا کام شروع کیا اور حال ہی میں انھوں نے رائٹر خبر رساں ایجنسی کو بتایا کہ انھوں نے مکّہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کو تلاش کرلیا ہے جیسے انھوں نے دار ارقم کو تلاش کرلیا تھا لیکن ابھی وہ اس مکان کو پبلک نہیں کر رہے کیونکہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو سعودی حکومت اس مکان کے ساتھ بھی وہی کرے گی جو اس نے دار ارقم کے ساتھ کیا تھا کہ اس کو گرا دیا تھا۔

حالانکہ دارارقم وہ جگہ ہے جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پہلی درس گاہ بنائی تھی۔ سامی محسن عنقاوی کہتے ہیں کہ 1932ء جب سے سعودی عرب کی بنیاد پڑی، اس وقت سے لیکر اب تک 2014ء میں سعودی عرب نے جدیدیت کے نام پر 300 سے زیادہ تاریخی قدیم عمارتوں کو سرے سے مسمار کردیا اور کوئی تختی یا نشانی تک ان عمارتوں کی باقی نہیں ہے اور یہ ایک منظم طریقے سے ان شہروں کی تاریخ کو ختم کرنے کا منصوبہ ہے۔ سامی محسن عنقاوی کی نظر میں سعودی عرب تاریخ اور ثقافت سے نفرت کرنے والے ملّاؤں اور حکمرانوں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے اور 1992ء میں سعودی عرب کی سینئر مذھبی کونسل نے ایک فتوی جاری کیا، جس میں آل سعود کو کہا گیا کہ وہ کسی بھی طرح سے مکّہ اور مدینہ میں پرانی تاریخی عمارتوں کو باقی رکھنے اور محفوظ بنانے کی کوشش نہ کرے اس سے شرک پھیلے گا، گویا تاریخ، آثار قدیمہ اور ثقافت کو اسلام کے عقیدہ توحید کے لیے خطرہ قرار دے دیا گیا۔

لندن میں ہسٹاریکل انسٹیوٹ اور اورنٹیئل افریقن اسٹڈیز کے پروفسر کنگ جیفری بھی سعودیہ عرب میں تاریخ، ثقافت اور پرانے تعمیراتی فن کو معدوم اور مرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ سامی عنقاوی نے جدہ میں اپنا گھر "المکیہ" کے نام سے بنایا اور اس گھر کو انھوں نے "حجاز" کی ثقافت کا عکاس بنایا اور اس گھر کو بنانے کا مقصد حجاز اس کی اس ثقافت کو محفوظ کرنا ہے جو سامی محسن عنقاوی کے بقول سعودی وہابی ملائیت کے تاریخ و ثقافت دشمن خیالات و اقدامات کے ہاتھوں حجاز میں معدوم ہورہی ہے اور سامی عنقاوی کا کہنا ہے کہ حجاز کی ثقافت بالعموم اور مکّہ و مدینہ کی بالخصوص تنوع اور تکثیریت پر مبنی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اگر اس ثقافت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع کیا جائے تو یہ 14 سو سال پر پھیلی ہے اور اگر حضرت ابراھیم علیہ السلام سے شروع کیا جائے تو اس تاریخ کا دورانیہ 5000 ہزار سال پرانا ہے اور سعودی حکومت اصل میں 1400 سال اور 5000 ہزار سال پرانے تہذیبی و تاریخی ورثے کا قتل کرنے کا کام 1932ء سے کرتی آرہی ہے۔

تھامس لپ مین اسے "زر اور وہابیت" کے امتزاج سے بننے والا ماڈرن حجاز کہتے ہیں جبکہ سامی محسن عنقاوی کہتے ہیں کہ اسلامی آرکیٹیکچر روائت اور جدیدیت کا امتزاج رہا ہے اور اس میں مستقل اور متغیر دونوں شامل ہوکر توازن پیدا کرتے رہے ہیں جس کا سعودی حکمرانوں اور وہابی ملائیت کو ذرا بھی احساس نہیں ہے اور سامی ایک منظوم شکل میں اسلامی فن تعمیر کی تعریف یوں کرتا ہے۔

الجمال ینتج من الکمال	جمال کمال سے
والکمال ینتج من التکامل	اور کمال تکامل سے
والتکامل ینتج من التوازن	تکامل توازن سے
والتوازن ینتج من المیزان	توازن میزان سے منتج ہوتا ہے
الا تطغوا فی المیزان	تو پھر میزان پر ہی اصرار کرو
ھذا سر التصمیم عندی	اور یہی ڈیزائن کا سر یعنی راز ہے

تو سامی محسن عنقاوی کے نزدیک مسلم فن تعمیر اور حجازی کلچر تصمیم کے ایسے سلسلے کا نام ہے جو روائت اور جدیدیت میں توازن سے جنم لیتا ہے اور اسی وجہ سے کمال وحسن پر مبنی ہے۔ پاکستان کا الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا سعودی عرب میں تاریخ و کلچر کی تباہی کے بارے میں آنے والی تمام خبروں، مضامین اور فیچرز کا بائیکاٹ کئے ہوئے ہے اور اردو پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا نے تو اس حوالے سے اپنے ناظر اور قاری کو جاہل رکھنے کی قسم کھا رکھی ہے، جبکہ یہاں کے کسی بھی نامور آرکیٹیکچر یا آرٹسٹ یا ماہر تاریخ نے ابتک اس معاملے پر کوئی بات نہیں کی ہے اور مذھبی حلقوں نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

1932ء جب سے سعودی عرب کی بنیاد پڑی، اس وقت سے لیکر اب تک 2014ء میں سعودی عرب نے جدیدیت کے نام پر 300 سے زیادہ تاریخی قدیم عمارتوں کو سرے سے مسمار کردیا اور کوئی تختی یا نشانی تک ان عمارتوں کی باقی نہیں ہے اور یہ ایک منظم طریقے سے ان شہروں کی تاریخ کو ختم کرنے کا منصوبہ ہے۔

سامی محسن عنقاوی اپنے تاریخی شہرت کے حامل محل کے سامنے

محمد عامر جوائنٹ ایڈیٹر

طیب اردگان
داعش کا قصائی خلیفہ

ترکی کے سرحدی قصبے سروک میں شامی نژاد کرد خاتون مہاجر کا خاندان ان بدقسمت خاندانوں میں سے ایک ہے جو داعش کے دہشت گردوں کے حملے کے وقت بروقت شام میں ترکی کی سرحد کے قریب واقع کوبانی ٹاؤن سے نکل نہ سکا جو کہ عین العرب بھی کہلاتا ہے۔

شمسہ کا شوہر ایک سال پہلے وہابی -دیوبندی داعش کے دہشت گردوں سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا تھا۔کوبانی/عین العرب نسلی طور پر کرد اکثریت کا ٹاؤن ہے اور اس ٹاؤن کی اکثریت صحیح العقیدہ سنّیوں پر مشتمل ہے جوکہ تصوف سے بھی گہری دلچسپی رکھتی ہے جن کو شام میں بشارالاسد کے خلاف لڑنے والے وہابی -دیوبندی دہشت گرد مشرک اور مرتد قرار دیتے ہیں اور ان کو واجب القتل خیال کرتے ہیں جبکہ ان کی عورتوں کو مال غنیمت میں شامل لونڈیاں خیال کرتے ہوئے نام نہاد مجاہدین میں بانٹ دیتے ہیں۔

شمسہ کا بڑے بیٹے رہبر کو داعش کے سنائپر نے گولی مار کر گذشتہ ہفتے شہید کردیا تھا جبکہ وہ اپنے شہر کوبانی کا دفاع کرنے کے لیے وہاں موجود تھا۔شمسہ کے خاندان نے جب کوبانی سے ترکی کا باڈر کراس کرنے کی کوشش کی تو سرحد پر ترکی کے حکام نے اس کے دوسرے بیٹوں کو درجن بھر دوسرے کرد مہاجرین کے ساتھ گرفتار کرلیا اور اس کی وجہ ان کے کرد قومی تحریک میں سرگرم ہونا بتائی۔شمسہ داعش کے دہشت گردوں کے کوبانی پر حملے اور وہاں کے باشندوں پر ٹوٹ پڑنے کی داستان سناتی ہے اور اپنے بڑے بیٹے رہبر کی

تصویر کی طرف تکتی رہتی ہے۔شمسہ کا ایک پندرہ سال کا بیٹا اور ہے جو باڈر تک تو شمسہ کے ساتھ آیا لیکن پھر اس سے آنکھ بچا کر واپس سرحد سے پلٹ گیا اور پیچھے پیغام چھوڑ گیا کہ وہ اپنے وطن کوبانی کا دفاع کرنے جارہا ہے۔

دولت اسلامیہ جوکہ داعش کے نام سے مشہور ہے وہابی -دیوبندی دہشت گردوں کا سب سے سخت ترین متشدد، ظالم خونخوار گروپ ہے جس میں القاعدہ، جبہۃ النصرہ، اسلامک جہاد، تحریک طالبان پاکستان و افغانستان، لشکر جھنگوی، جیش العدل، انصار الاسلام، باکوحرام سمیت کئی ایک وہابی - دیوبندی دہشت گرد تنظیموں کے لوگ شامل ہیں اور اس تنظیم نے شام اور عراق کے 40 ہزار مربع کلومیٹر رقبے پر قبضہ کر رکھا ہے اور نام نہاد خلافت کے قیام کا اعلان کیا ہے، جبکہ جہاں جہاں اس تنظیم نے قبضہ کیا وہاں، وہاں اس نے ایک طرف تو غیر مسلم مذاہب کے ماننے والے پرامن شہریوں کو قتل کیا، ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا تو ساتھ ساتھ اس نے شام اور عراق کے شہروں اور قصبات میں بسنے والے صوفی سنّی مسلمانوں اور شیعہ فرقے کے مردوں، نوجوانوں کو گولیاں مار کر یا گلے پر چھری پھیر کر ذبح کرڈالا اور ان کی عورتوں کو زبردستی اپنے نکاح میں داخل کیا یا ان کو لونڈی بنالیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔

داعش نے ایک ماہ پہلے کرد سنّی اکثریت کے شہر کوبانی پر حملہ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کیا تو اس شہر سے عام کرد شہریوں نے ہجرت کرکے ساتھ ترکی کے سرحدی شہر سروک کی طرف فرار ہونا شروع کردیا، کوبانی کی آبادی تقریبا 4 لاکھ کے قریب تھی اور اب اس شہر میں صرف کرد مجاہد ہی بچے ہیں جو شہر کو داعش کے ہاتھوں میں جانے سے بچانے کے لیے لڑ رہے ہیں جبکہ اس شہر کے لاکھوں باشندے ترکی کے سرحدی شہر سروک میں خیموں، زیر تعمیر عمارتوں و دکانوں کے شیڈ میں پناہ لئے ہوئے ہیں

اور کوبانی سے آنے والے کرد مہاجروں سے سروک کے چوک اور گلیاں بھری پڑی ہیں۔

کوبانی سے ہجرت کر کے سروک میں پڑے مہاجر شامی کرد عراق اور شام کے اندر وہابی۔ دیوبندی دہشت گردوں کے ہاتھوں مصائب اٹھا کر مہاجر ہونے والے ان شامی اور عراقی غریب الوطنوں سے اس اعتبار سے خوش قسمت ہیں کہ ان کی اکثریت وہابی ۔دیوبندی دہشت گردوں کی خون آشامی سے بچ گئی ہے اور ابھی ان کے گھر اس سرحدی قصبے سے صاف نظر آتے ہیں اور یہ چیز ان کو اذیت میں مبتلاء کرتی ہے اور وہ روز سارے ترکی سے کوبانی سرحد پر امڈ آنے والے ان کردوں کے ساتھ شریک بھی ہوتے ہیں جو شامی کرد مہاجروں سے اظہار یک جہتی کے لیے آ رہے ہیں اور ترک حکومت کی دوعملی پر سراپا احتجاج بھی ہیں۔

سروک کے ایک کیفے سے نکلتا ہوا مروان اسماعیل ایک امریکی اخبار کے رپورٹر کو بتاتا ہے کہ ابھی تک کوبانی میں اس کا گھر سلامت ہے، جبکہ شہر کے انتہائی شمال کی جانب داعش کے دہشت گردوں نے کئی ایک کار بم دھماکے کئے ہیں۔ سروک ترکی کا شام کی سرحد پر واقع کوبانی سے متصل شہر ہے جو کہ خود سنّی ترک اکثریت کا شہر ہے اور کوبانی کے اکثر باشندے عام حالات میں بھی سروک شہر میں اپنے رشتہ داروں کو ملنے، مزدوری کرنے آتے جاتے رہتے تھے لیکن اس مرتبہ وہ سب مہاجر بنکر، بے سروسامانی کے عالم میں اس شہر میں وارد ہوئے ہیں اور ان کو سروک کے باشندوں نے کھلے دل سے خوش آمدید کہا ہے۔

کوبانی سے ہجرت کر کے یا داعش سے لڑائی میں زخمی ہو کر آنے والے شامی کرد باشندے وہابی۔ دیوبندی دہشت گردوں کی خون آشامی کی خوفناک داستانیں سناتے ہیں، ایک مہاجر کرد نے بتایا کہ داعش کے دہشت گردوں نے اس کی بھانجی کو اس وقت مرتد کہہ کر مار ڈالا جب ان دہشت گردوں نے اس کے کالج پر دھاوا بولا اور اسے کہا کہ وہ اپنے شرکیہ عقائد سے توبہ کرے، یعنی اسے اشغال تصوف اور اس کے بیگ میں موجود قصیدہ بردہ شریف کو جلانے کو کہا اور انکار پر اسے قتل کر ڈالا۔ داعش نے الیپو شہر کے قریب ایک ٹرپ سے واپس آتے ہوئے اسکول کے کردی طالب علم بچوں کو بھی قید کر لیا تھا اور وہاں ان بچوں کی برین واشنگ کی کوشش بھی کی گئی تھی۔

داعش ماضی میں جہاں سعودیہ عرب، کویت، قطر، بحرین سمیت وہابی عرب ریاستی حکمرانوں اور ملّاؤں کی حمائت بھی حاصل رہی وہیں پر ان کو ترکی کی موجودہ حکومت اور طیب اردگان کی بھی بھرپور حمائت حاصل رہی ہے اور ترکی داعش کی جانب سے فروخت کئے جانے والے تیل کا سب سے بڑا خریدار ہے اور ترکی سے ہی داعش کو اسلحہ اور دیگر اشیاء کی ترسیل ہوتی رہی ہے۔

جبکہ طیب اردگان نے شام سے ملحق ترکی کی سرحد سے شام میں وہابی ۔دیوبندی دہشت گردوں کو داخلے کی اجازت فراہم کئے رکھی۔ پاکستانی میڈیا میں بھی ایسی خبریں آئی تھیں کہ پاکستان میں ترکی کا سفارت خانہ دیوبندی تکفیری دہشت گردوں کے شام میں داخلے کے لیے سہولتیں فراہم کر رہا ہے ۔ کردستان ڈیموکریٹک پارٹی جو کہ ترکی میں کردوں کی سب سے بڑی پارٹی ہے نے ترکی کی حکومت پر الزام عائد کیا کہ اس کی دوغلی پالیسی کی وجہ سے شامی کرد علاقوں پر داعش اور دیگر وہابی ۔دیوبندی دہشت گردوں نے حملہ کیا اور کردوں پر مظالم کی بالواسطہ ذمہ دار ترک حکومت بھی ہے۔

طیب اردگان کی جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی اصل میں ترکی میں اخوان المسلمون سے وابستہ رہنے والے وہابی انتہا پسندوں کی پارٹی ہے اور طیب اردوان ترک عثمانی سلطنت کی طرز پر ایک ایسی ریاست کی تعمیر کی کوشش کر رہے ہیں جو عثمان ترک سلطنت کی طرح پڑوس کے شام، لبنان، اردن وغیرہ کو اپنی باج گزار کالونیوں کے طور پر باقی رکھے اور وہاں پر وہابی نظریات کے مطابق ایک جدید سرمایہ دار حکومت باقی رہے اور داعش اسی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے اور مڈل ایسٹ کے غیر جانبدار باخبر تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ داعش کا اصل خالق طیب اردگان ہیں اور خلیفہ ابوبکر البغدادی تو ایک ڈمی خلیفہ ہے جس کے پیچھے اصل خلیفہ طیب اردگان ہے۔

طیب اردوان نے ترکی کو داعش کے خلاف بننے والے عالمی اتحاد کا حصّہ بنانے سے بھی انکار کیا اور دوسری طرف اس نے داعش کے خلاف کوبانی شہر کا محاصرہ کرنے والے داعش کے لڑاکوں کے خلاف بھی فوجی کاروائی کرنے سے انکار کر ڈالا، جس پر ترکی میں کردوں نے سخت احتجاج بھی کیا اور انقرہ شہر میں اس حوالے سے فسادات بھی پھوٹ پڑے۔

خود ترکی کی عوام کے اندر طیب اردگان کی داعش کے حوالے حامی پالیسی کے خلاف ترکی عوام کے اندر سخت ردعمل دیکھنے کو مل رہا ہے اور استنبول یونیورسٹی کے اندر کالج آف آرٹس کے طلباء و طالبات نے مسلم یوتھ نامی تنظیم جو کہ داعش کی حامی تنظیم ہے کو جب کالج میں روکنے کی کوشش کی تو مسلم یوتھ کے مسلح دہشت گردوں نے کالج پر دھاوا بولا اور جب وہاں طلباء و طالبات نے مزاحمت کی تو ترکی کی سیکورٹی فورسز نے بجائے داعش کی حامی تنظیم کے حملہ آوروں کو گرفتار کرنے والوں کو الٹا مزاحمت کرنے والوں کو گرفتار کیا، ان پر لاٹھی چارج کیا اور فائرنگ تک کی، جس سے پتہ چلتا ہے کہ طیب اردگان کی حکومت ہی داعش کے پیچھے ہے اور سرپرستی کر رہی ہے ترکی میں اس ماہ جو مظاہرے مختلف شہروں میں ہوئے

اس میں ترکی کی سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں 19 افراد ہلاک، درجنوں زخمی وگرفتار ہوئے۔

طیب اردگان جس طرح کی ترکی کو امپریلسٹ ریاست بنانے کی کوشش کررہا ہے،

داعش کے خلاف مظاہرہ کرنے پر ترک شہری کو سیکورٹی فورسز تشدد کا نشانہ بنارہی ہیں (تصویر اسامہ شہود)

اس سے کے بن جانے کے امکان تو کم نظر آتے ہیں لیکن اس سے یہ ضرور ہوگا کہ خود ترکی سلامتی ان نام نہاد جہادیوں کے ہاتھوں سخت خطرے میں پڑ جائیگی۔

ایک عرب صحافی کہتا ہے کہ ترکی شام اور ترکی کے درمیان ایک بفرزون بنانے کے جس منصوبے پر کام کررہا تھا اس میں اسے تاحال ناکامی کا سامنا ہے کہ وہ بشارالاسد کے زیر کنٹرول شام اور داعش کے زیر کنٹرول شام کے کی پوزیشن کو باقی رکھے اور کوبانی پر قبضہ اس کی اہم ضرورت تھا، جسے داعش کے خلاف اتحادیوں کی بمباری اور شامی کردوں کی زبردست مزاحمت نے ابھی تک ناکام بنادیا ہے، جبکہ خود فرانسیسی حکومت بھی ترکی کے اس منصوبے کی درپردہ حمائت کررہی تھی۔

بدأت أحلام أردوغان بإقامة ما يسمى »منطقة عازلة« بالتلاشي أو بالتراجع على أقل تقدير في الوقت الراهن، ولم ينتشله من تخبطه ويدعم أوهامه المريضة موقف نظيره في التهور والأطماع الرئيس الفرنسي هولاند المؤيد له في هذا الشأن، حيث فوجئ بموقف أمريكي غير مؤيد لم يكن يتوقعه بعد الطلب التركي الرسمي منذ مؤتمر جدة من واشنطن بالموافقة على »المنطقة العازلة« على امتداد الحدود السورية والعراقية مع تركيا، وفي الوقت عينه فضحت معارك عين العرب حجم العلاقات بينه وبين العصابات الإرهابية ولاسيما علاقته الوثيقة بتنظيم ما يسمى »داعش« ودعمه العسكري واللوجستي الكبير له لاجتياح عين العرب وإبادة سكانها وتهجيرهم ومنع أي مساعدة تأتيهم عبر الأراضي التركية، حيث حرك مدرعاته لإكمال حصار المدينة الحدودية لتتمكن منها عصابات »داعش« من جميع الجهات.

http//:albaathmedia.sy /

پاکستان کے اندر ایسے بے شرم صحافی، اینکر، کالم نگار موجود ہیں جو داعش جیسی وہابی۔دیوبندی انسانیت دشمن دہشت گرد تنظیم کو حقیقی اسلامی اور جہادی تنظیم کے طور پر پیش کررہے ہیں جیسے وہ تحریک طالبان پاکستان جیسی فسادی تنظیم کو بنا کر پیش کرتے رہے ہیں ان ہی بے شرموں میں سے ایک بے شرم صحافی اوریا جان مقبول بھی ہے۔سنّی عوام کو ایسے بے شرم سنّی دشمن بلکہ انسانیت کے دشمن قلم فروشوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ جس طرح سے شام، عراق میں لاکھوں سنّی مسلمان اپنا گھر بار چھوڑنے، کئی ہزار قتل ہونے جیسی مصیبتوں کا شکار ان نام نہاد جہادی تنظیموں کی وجہ سے ہوئے ہیں ویسی مصیبت یہ پاکستان میں اہلسنت پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لیے وہابی۔دیوبندی تنظیمیں خود کو سنّی اسلام کا پیرو بتلاتی ہیں اور ان کے افکار کی سند جب ان سے مانگی جاتی ہے تو جواب میں یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی، شیخ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، حافظ عبدالہادی، شیخ ابن باز، صالح العثمین، اسماعیل دھلوی، سید احمد بریلوی جیسے وہابی، نجدی، دیوبندی تکفیریوں کے اقوال وفتاوے پیش کرتے ہیں اور ان کی احکام اسلام کی غلط تعبیروں کو پیش کرکے اہلسنت کو گمراہ کرتے ہیں۔

وہابیت اور تکفیریت ایسی بلائیں ہیں جو عالم اسلام کو جونکوں کی طرح چمٹی ہوئی ہیں اور انھوں نے پورے عالم اسلام کو زخم، زخم کر رکھا ہے خود پاکستان میں اس کے ہاتھوں 70 ہزار سے پاکستانی شہری شہید ہوچکے ہیں اور ان بلاؤں کا ہدف سنّیت اور تصوف ہے جن کی شناخت کو یہ مٹانے کے درپے ہیں چاہتے ہیں کہ ان کی وہابیت و دیوبندی ازم کو سنّی اسلام کا اصل ماڈل مان لیا جائے۔

عوام اہلسنت کو اس حوالے سے بیدار ہونے کی اشد ضرورت ہے اور سنّی پڑھی لکھی آبادی کو، سنّی ڈاکٹرز، انجینئر، اساتذہ، دانشوروں، ادیبوں، مڈل کلاس اور کاروباری حلقوں کو متحد ہوکر اینٹی تکفیری خارجی فرنٹ تشکیل دینے کی ضرورت ہے تاکہ سنّی شناخت کا تحفظ ہوسکے وگرنہ یہ دشمن طاقتیں ان کی شناخت کو ویسے ہی ختم کردیں گی جیسے حجاز، نجد، قطر وغیرہ میں ختم کردیا گیا اور اب عراق و شام میں ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور پاکستان میں بھی تکفیری لابی یہ کام کرنے میں دن رات مشغول ہے۔

وہابیت اور تکفیریت ایسی بلائیں ہیں
جو عالم اسلام کو جونکوں کی طرح چمٹی
ہوئی ہیں اور انھوں نے پورے عالم
اسلام کو زخم، زخم کر رکھا ہے

طیب اردگان کی وہابی نواز پالیسی کے خلاف ترکی میں ہونے والے مظاہرے (تصویر حاتم حویرث)

قاری حنیف جالندھری دیو بندی تاریخ کے آئینے میں

نعیم وارث قادری

قاری حنیف جالندھری دیوبندی جنہوں نے حال میں ہی سنی مسلمانوں کے خلاف اپنی تکفیری تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے ایک فتوی جاری کیا ہے کہ طاہر القادری کی امامت میں نماز عید باطل ہے۔ آیئے کچھ دیر ان دیوبندی وفاق المدارس کے سرپرست اعلی کا آپریشن بھی کر لیں کہ اصل میں یہ ہیں کیا چیز اور انکا ماضی کیا ہے۔

گذشتہ سال دسمبر میں اخبارات کی زینت ایک خبر بنی جس میں وفاق المدارس کے علماء نے قاری حنیف جالندھری دیوبندی سے استعفی طلب کیا۔ استعفی طلب کرنے کی وجہ قاری حنیف جالندھری پر مدارس کے فنڈز سے چھپن لاکھ کی گاڑی اور ساڑھے تین کروڑ روپے کا گھر لینے کا بھی الزام کا لگایا گیا۔ ذرائع کے مطابق وفاق المدارس سے تعلق رکھنے والے علماء نے قاری حنیف جالندھری دیوبندی کو ایک خط بھیجا تھا۔ خط میں کہا گیا تھا کہ حنیف جالندھری کے غیر ملکی سفارتکاروں اور این جی اوز کے ساتھ روابط ہیں۔ اس خط میں علماء نے تحفظ کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وفاق المدارس امتحانی بورڈ ہے اسکا کوئی سیاسی پلیٹ فارم نہیں۔ تو پھر کیوں جالندھری سیاسی پلٹ فارم کے طور پر وفاق المدارس کا استعمال کر رہے ہیں۔ دوسری جانب کراچی کے جامعہ بنوریہ کے مہتمم مفتی نعیم دیوبندی کا کہنا تھا کہ حنیف جالندھری سے ذاتی دشمنی نہیں۔ انھوں نے وفاق المدارس کے پلیٹ فارم کا غلط استعمال کیا۔

لیکن چونکہ حنیف جالندھری دیوبندی نے اپنے روابط اس قدر مضبوط کر لیے ہیں انہیں انکی پوسٹ سے ہٹانا علماء کے لئے ممکن نہیں ہوسکا چونکہ مجلس عاملہ میں انکے حامی افراد موجود ہیں۔ ان حقائق کو قاری حنیف جالندھری دیوبندی کے بارے اس وقت پیش کرنے کا مقصد عوام کو قاری حنیف جالندھری دیوبندی کا اصل چہرہ دیکھنا تھا۔ اب ہمیں معلوم ہوجانا چاہئے کہ آخر کس کے حکم پر وفاق المدارس کی جانب سے طاہر القادری کے خلاف بیان بازی کی گئی جبکہ یہ حضرت خود شرعی طور پر فتوی دینے کے اہل نہیں۔

دوسری جانب شیعہ دشمنی میں بھی قاری حنیف جالندھری دیوبندی پیش پیش رہے ہیں، واضح ہونا چاہئے کہ سانحہ عاشورہ راولپنڈی میں سب سے زیادہ زہر جس شخص نے اگلا وہ یہی قاری حنیف جالندھری دیوبندی تھا، اہلسنت والجماعت کالعدم سپاہ صحابہ کی مسجد ضرار جامعہ تعلیم قرآن کی سپورٹ یہی شخص کر رہا تھا جبکہ ٹی وی شوز میں بیٹھ کر جامعہ تعلیم قرآن میں 100 سے زائد افراد کے قتل کی جھوٹی خبر کی تصدیق کرنے والا یہی قاری حنیف دیوبندی تھا۔ پورے پاکستان میں جلوس میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں کو محدود کرنے کا مطالبہ کرنے والوں کا سرپرست اعلی یہی نام نہاد تکفیری دیوبندی قاری حنیف جالندھری تھا۔

لہذا اب ہمیں بتایا جائے کہ اس آدمی کے فتوی کی کیا اہمیت ہے۔ اگر یہ قرآن اور حدیث کی بات بھی کرے گا تو فتنہ برپا کرنے کے لئے۔ کیونکہ اسکا ماضی سے تعصب اور بغض سے بھرا پڑا ہے۔ کیا اس شخص کو ہم فقہ اور شریعت سے مخلص قرار دے سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ طاہر القادری کی امامت کو باطل قرار دینے کا مقصد صرف اپنے بغض کا اظہار کرنا تھا نا کہ شریعت کی محبت تھی۔

تاریخ نجد و حجاز

مفتی عبدالقیوم ہزاروی

جزیرہ عرب میں بت پرستی کا دعویٰ اور اس کی حقیقت: جن لوگوں نے شیخ نجدی کی سوانح حیات پر کتابیں لکھی ہیں، وہ سب کے سب یا دیوبندی مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں یا غیر مقلدین اور نجدی ہیں۔ان حضرات کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام کے وسیلے سے دُعا مانگنا ناجائز ہے۔انبیاء و اولیاء سے استمداد یا ان کی قبور کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ارتداد کے مترادف ہے، حالانکہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں یہ تمام معمولات عہد رسالت سے لے کر آج تک رائج ہیں، چنانچہ شیخ نجدی نے جس فضا میں اپنی بلوغت کی آنکھ کھولی، وہاں یہی معمولات صدیوں سے رائج تھے۔شیخ نجدی نے ان تمام امور کو کفر اور شرک قرار دیا اور اس کی اتباع میں شیخ نجدی کے سوانح نگاروں نے بھی ان تمام امور کو شرک اور کفر قرار دیا۔قبروں پر جا کر اصحاب قبور کے وسائل سے مرادیں مانگنا حضور اکرم ﷺ کے گنبد خضریٰ پر جا کر آپ سے شفاعت کی درخواست کرنا یہ تمام باتیں ان کے نزدیک عبادت لغیر اللہ تھیں اور انہوں نے ان امور کو بُت پرستی قرار دیا، بلکہ اس خلافِ واقع الزام میں اس حد تک غلو کرتے ہوئے کہا کہ جزیرہ عرب کے تمام لوگ مزارات کے قریب درختوں اور پتھروں کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ یہ پیشگوئی کے سراسر خلاف ہے۔امام مسلم روایت کرتے ہیں: ''حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ مسلمان جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کریں، البتہ وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا''۔

اور حاکم، ابویعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے حضور ﷺ کا یہ فرمان روایت کیا: ''تحقیق شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ سرزمین عرب میں بت پرستی کی جائے''۔

جو شخص صادق و مصدوق حضور اکرم ﷺ کی ان احادیث پر ایمان رکھتا ہے، وہ کبھی اس بات کو نہیں مان سکتا کہ محمد بن عبدالوہاب کے ظہور سے پہلے جزیرۂ عرب بت پرستی کا شکار تھا۔ ہمیں ان لوگوں پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے نہیں تھکتے۔انہوں نے اس حدیث کے علی الرغم محمد بن عبدالوہاب کی سوانح میں لکھا ہے:

بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں اسلامی دنیا اور مقاماتِ مقدسہ کا جو حال تھا، اس کا ہلکا سا اندازہ اوپر کے بیانات سے ہوا ہوگا، لیکن جزیرۂ عرب کے قلب (نجد) کی حالت اور بھی خراب تھی، کم سے کم جو کہا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ اہل نجد اخلاقی انحطاط میں حد سے گزر چکے تھے اور ان کی سوسائٹی میں بھلائی، برائی کا کوئی معیار نہیں قائم رہا تھا۔مشرکانہ عقیدے صدیوں کے تسلسل سے اس طرح دلوں میں گھر کر چکے تھے کہ ایک بڑا طبقہ انہیں خرافات کو دین صحیح کا نمونہ جانتا تھا اور غلط یا صحیح وہ اپنے آباؤ اجداد کی روش سے ہٹنے کیلئے تیار نہیں۔

جبیلہ (وادی حنیفہ) میں زید بن خطاب (حضرت عمر کے بھائی) کی قبر کی پرستش ہوتی تھی، درعیہ میں بھی بعض صحابہ کرام کے نام سے منسوب قبریں اور قبے عوام کی جاہلانہ عقیدت کے مرکز بنے ہوئے تھے۔وادی نمیرہ بن ضرار بناز در رضی اللہ عنہ کا قبہ بدعتوں کی نمائش گاہ بن رہا تھا۔

ایک اور اہلحدیث عالم نے شیخ نجدی کے مشن کی حقانیت کو ثابت کرنے کیلئے حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارک کی تکذیب کرتے ہوئے جو لکھا ہے، وہ بھی سن لیجئے: جوں جوں وقت گزرتا گیا، یہاں کے رہنے والوں میں بدعتوں اور دیگر غیر اسلامی عادات نے رواج پکڑا، اب وہ لات ومنات کی پرستش تو نہ کرتے، لیکن قبریں ان کی عقیدت کا مرکز بن گئیں، تو ہم پرستی عام ہوگئی، مستقبل میں ہونے والے واقعات کی نشاندہی کرنے والے کاہنوں کی خدمات حاصل کی جانے لگیں۔فاسد عقائد اور بدعات دلوں میں جڑ پکڑنے لگے، دورِ جاہلیت پلٹ آیا، حجر اور شجر پرستی کا دور دورہ ہوا۔

ایک اور نجدی عالم لکھتے ہیں: نجدی کا علاقہ بارھویں صدی ہجری میں ضلالت و گمراہی کا مرکز بنا ہوا تھا، ادوار کی جاہلیت کی تمام اقتصادی بیماریوں اور اخلاقی بیماریوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، مذہبی اقدار کو پاؤں تلے روندا جا رہا تھا......شرک، بت پرستی، بدعات و خرافات کے مجموعہ کا نام ہی اسلام تھا اور ان کے عقیدوں میں اس قدر تبدیلی آچکی تھی کہ وہ ان کو ہی اساس قرار دیتے ہوئے اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت سے انحراف کرتے ہوئے مشرکانہ کاموں میں لگے ہوئے تھے۔نفع و نقصان کی قدرت کا اعتقاد رکھتے ہوئے قبروں، درختوں، چٹانوں سے دعائیں کی جا رہی تھیں اور ان سے مرادیں مانگی جا رہی تھیں، ان پر جانوروں کو ذبح کیا جا رہا تھا۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ نجد کا علاقہ جاہلیت اولیٰ کی آغوش میں پہنچ چکا تھا اور جاہلی رسم و رواج دوبارہ ان کی عادت بن چکے تھے، چنانچہ ان کی زندگی کے تمام شعبوں میں امورِ جاہلیت کو ہی مؤثر دخل تھا۔نیک فالی اور بدفالی کیلئے جہاں پرندوں کو اڑاتے وہاں کاہنوں، نجومیوں، رمالوں سے مشورے میں مصروف رہتے۔

ایک اور دیوبندی عالم حضور اکرم ﷺ کی حدیث کے خلاف سرزمین عرب کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں: شیخ سے پیشتر نجد کے مسلمانوں کی مذہبی کیفیت مسخ ہو چکی تھی۔طرح طرح کے خیالات سے یہ لوگ متاثر ہو چکے تھے۔بعض بدوی صابی رسوم اختیار کر چکے تھے اور بعض قرامطہ کی بدعات، رسولِ مقبول ﷺ کے اسلام سے یہ لوگ کوسوں دور تھے۔مزارات اور قبوں کی پرستش کرتے تھے۔چٹانوں اور درختوں سے منتیں اور مرادیں مانگتے تھے۔اگر کبھی کبھی نماز پڑھتے، تو خدا کے بندوں کو بھی خدا کے ساتھ شامل کر لیتے تھے۔

> حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''تحقیق شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ سرزمین عرب میں بت پرستی کی جائے''۔جو شخص صادق ومصدوق حضور اکرم ﷺ کی ان احادیث پر ایمان رکھتا ہے، وہ کبھی اس بات کو نہیں مان سکتا کہ محمد بن عبدالوہاب کے ظہور سے پہلے جزیرۂ عرب بت پرستی کا شکار تھا۔

اب اس بات کا فیصلہ ہم اہل انصاف و دیانت کی بصیرت پر چھوڑتے ہیں کہ آیا حضور اکرم ﷺ فداہٗ نفسی وامی کا یہ فرمان درست ہے کہ شیطان ارض عرب میں بت پرستی سے مایوس ہو چکا ہے یا شیخ نجدی کی وکالت میں وہابی اور دیوبندی مؤرخین کا بیان درست ہے کہ سرزمین عرب میں شجرہ حجر، قبروں اور قبوں کی عام پرستش کی جاتی تھی۔

شیخ نجدی میدان عمل میں: شیخ سردار حسنی لکھتے ہیں: بصرہ میں نہ صرف تحصیل علم کرتے رہے، بلکہ توحید کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتے رہے۔شیخ کہتے ہیں کہ بعض مشرک میرے پاس آتے، مسائل دریافت کرتے اور میرے جواب دینے پر دم بخود اور مبہوت رہ جاتے۔میں کہتا کہ صرف خدا پرستش کے لائق ہے۔اولیاء اللہ اور خدا کے نیک بندوں کا احترام واجب ہے، لیکن ہم نماز صرف خدا کی پڑھتے ہیں اور اسی سے دعا مانگتے ہیں۔ہم اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہیں، لیکن دعائیں اور مرادیں صرف خدا سے مانگتے ہیں۔

بصرہ سے جب وہ عیینہ واپس آئے، تو انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کی اور لوگوں کو بیہودہ رسومات اور گمراہ کن طریقوں سے بچنے کی ہدایت کرنے لگے۔اس پر بہت سے لوگ ان کے جانثار اور بہت سے جانی دشمن ہو گئے، اسی حالت میں انہوں نے پہلی کتاب ''کتاب التوحید'' تصنیف کی۔

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ نجد کے کچھ لوگوں کی توہم پرستی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اولاً انہوں نے ولیوں کی اس قدر تعظیم کی کہ عبادت کے درجہ تک پہنچ گئے۔ بعد ازاں ان کے مزاروں کی پرستش شروع کی، پھر یہاں تک عقیدہ نے غلو کیا کہ ان کے مزاروں کے درخت اور دیگر چیزیں متبرک اور مقدس ٹھہریں، قرب وجوار کے لوگ آتے منتیں مانتے اور دعائیں مانگتے۔

سردار حسنی نے یہ جو کچھ لکھا ہے: صحیح مسلم، حاکم، ابویعلیٰ اور بیہقی کی حدیث صحیح کے لحاظ سے قطعاً باطل اور خلاف واقع ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک جزیرۂ عرب میں تمام کلمہ گو انسان الحمدللہ کسی قسم کی بت پرستی یا قبر پرستی سے محفوظ رہے ہیں، البتہ ہر دور میں صالحین امت کے توسل سے دعائیں مانگی جاتی رہیں اور انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے آستانوں پر جاکر ان سے استمداد اور استغاثہ کیا جاتا رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے شفاعت اور دیگر مرادوں کیلئے دعاؤں کی درخواست کی جاتی رہی ہے اس کو غیر مقلدوں نے بالعموم اور شیخ نجدی نے بالخصوص شرک، بت پرستی اور گور پرستی کا نام دے کر عہد رسالت سے لے کر بارھویں صدی تک کے تمام دنیا کے مسلمانوں کو بالعموم اور جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کو بالخصوص کافر قرار دے دیا۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

عہد رسالت سے لے کر آج تک جزیرۂ عرب میں تمام کلمہ گو انسان الحمدللہ کسی قسم کی بت پرستی یا قبر پرستی سے محفوظ رہے ہیں، البتہ ہر دور میں صالحین امت کے توسل سے دعائیں مانگی جاتی رہیں اور انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے آستانوں پر جاکر ان سے استمداد اور استغاثہ کیا جاتا رہا ہے۔

تکفیر مسلمین اور قتل عام: شیخ نجدی اپنے مسلک کے موافقین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے تھے اور ان کے قتل اور مال لوٹنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ طنطاوی اس موضوع پر لکھتے ہیں: ''ابن السیف نجدی اور محمد حیات سندھی (غیر مقلد عالم) سے تحصیل علم کے بعد شیخ نجدی اپنے والد کے پاس نجد لوٹ آیا اور مزید حصول علم کیلئے شام جانے کی اجازت طلب کی، والد نے اجازت دے دی۔ ابھی بصرہ تک پہنچا تھا کہ اس کی ایک غیر مقلد عالم محمد مجموعی سے ملاقات ہوئی جو بصرہ کے ایک مدرسہ میں پڑھاتا تھا اور (نام نہاد) بدعات کے انکار میں سخت متشدد تھا اور کسی قسم کی نرمی نہیں کرتا تھا۔ ادھر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے دل میں آتش فشاں کا لاوا ابل رہا تھا اور عنقریب پھٹا چاہتا تھا۔ شیخ نجدی نے محمد مجموعی سے ملاقات کی اور وہ لاوا پھٹ پڑا اور شیخ مجموعی اس کا حوصلہ بڑھاتا رہا یہاں تک کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور خود محمد بن عبدالوہاب کہتا ہے کہ مشرکین بصرہ میں سے لوگ میرے پاس آتے اور شبہات پیش کرتے۔ میں جواب میں کہتا اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیئے اور یہ سن کر وہ لاجواب ہوجاتے۔ شیخ نجدی کا یہ کلام اس بات میں نص ہے کہ وہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتا تھا، کیونکہ اس نے بصرہ کے لوگوں کو مشرکین سے تعبیر کیا ہے''۔

اور مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے قتل عام کے جواز اور ان کے اموال لوٹنے کی اباحت پر شیخ نجدی خود لکھتے ہیں: ''اور تم کو معلوم ہوچکا ہے کہ ان لوگوں (مسلمانوں) کا توحید کو مان لینا انہیں اسلام میں داخل نہیں کرتا اور ان لوگوں کا نبیوں اور فرشتوں سے شفاعت طلب کرنا اور ان کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا ہی وہ سبب ہے جس نے ان کے قتل اور اموال لوٹنے کو جائز کردیا ہے''۔

ورشیخ عطار، محمد بن عبدالوہاب کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''شیخ الاسلام صاف صاف اعلان کر رہے تھے کہ جس طرح رسول اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا، اسی طرح مجھے بھی ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانا ہے۔ جو عقائد کی بیماریوں میں جکڑے ہوئے ہیں جو لوگ اپنے عقائد کی اصلاح کرتے ہوئے ہماری تحریک کے رُکن بن جائیں گے، ان کا خون اور مال محفوظ ہوگا، وگرنہ جزیہ ادا کرنا پڑے گا اور اگر جزیہ ادا کرنے سے بھی انکار کریں گے، تو پھر تلوار اٹھانے کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں''۔

ایک اور مقام پر شیخ عطار لکھتے ہیں: ''شیخ الاسلام نے دیکھا کہ ان کی (مسلمانوں کی) بیماری (انبیاء کی تعظیم اور ان سے شفاعت کا طلبگار ہونا) خطرناک صورت اختیار کرچکی ہے، تو وہ مجبور ہوکر ان کے مقابلہ میں تلوار پکڑ کر میدان میں اترتے ہیں۔ خیال رہے کہ نیکی کے فروغ اور برائی کے استیصال کیلئے جنگ کرنے کا نام شریعت مطہرہ میں جہاد ہے اور اس کی مشروعیت سے کون انکار کرسکتا ہے''۔

علی طنطاوی بھی ابن عبدالوہاب کے حامی ہیں اور شیخ نجدی کے مسلمانوں کے ساتھ قتال کو حضرت ابوبکر کے مانعین زکوٰۃ سے جہاد پر قیاس کرتے ہیں، حالانکہ یہ قیاس باطل ہے، کیونکہ زکوٰۃ فرض عین ہے اور اس کا انکار کفر ہے، اس کے برخلاف انبیاء علیہم السّلام کی تعظیم اور ان سے شفاعت طلب کرنا قرآن کریم کا مامور اور حدیث شریف کا مطلوب اور صحابہ کرام کا معمول ہے۔ اس کو غیر اللہ کی عبادت قرار دینا جہالت کے سوا کچھ نہیں (اس کی مکمل وضاحت باب ثانی میں آرہی ہے) لیکن شیخ نجدی نے اپنے زمانے سے پہلے کی تمام امت مسلمہ کو جو بیک جنبش قلم کافر قرار دے دیا، یہ بات طنطاوی کو بھی ہضم نہ ہوسکی، وہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور جب میں یہ سوچتا ہوں کہ شیخ نجدی اپنے موافقین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے، حالانکہ تمام مسلمانوں نے نہ قبروں کی عبادت کی ہے اور نہ کوئی کفریہ کام کئے ہیں۔ اگر کچھ کیا ہے، تو عام لوگوں نے خصوصاً جبکہ مسلمانوں میں علماء اور مصلحین بھی موجود ہیں، تو میں شیخ نجدی کی تکفیر کی صحت کیلئے کوئی عذر نہیں پاتا''۔

مسعود عالم ندوی شیخ نجدی کی تکفیر کی مدافعت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس عمومی تکفیر کی اہل نجد پُر زور تردید کرتے ہیں، لیکن اتمام حجت اور تبلیغ کے بعد تکفیر اور قتال کے قائل نظر آتے ہیں: ''شیخ نجدی نے صرف ان بت پرستوں کی تکفیر کی ہے جو اولیاء اللہ اور صالحین بزرگوں سے (دعا کے ذریعہ) مرادیں مانگتے تھے۔ (اس بناء پر) شیخ نجدی نے انہیں مشرک قرار دیا اور اپنی حجت پوری کرنے کے بعد ان سے قتال شروع کیا۔ ان تمام مسلمانوں کا خون بہایا۔ ان کے اموال کیلئے (اور ان کے زعم فاسد میں) یہ سب کچھ کتاب وسنت اور اجماع کے مطابق تھا''۔

شیخ نجدی کا مزاراتِ صحابہ کو مسمار کرنا: شیخ نجدی، ابن تیمیہ کے پیروکار اور غیر مقلدین علماء سے جو صحابہ کرام اور اولیاء امت کے خلاف دل میں بدعقیدگی کا آتش فشاں لے کر آئے تھے۔ وہ نجد میں پہنچتے ہی پھٹ پڑا۔ اور انہوں نے اپنی تحریک کی ابتداء مزاراتِ صحابہ کو مسمار کرنے سے کی۔

چنانچہ سردار حسنی لکھتے ہیں: ''شیخ محمد بن عبدالوہاب کا پہلا قابل ذکر ہم خیال عثمان بن معمر والی عیینہ تھا۔ شیخ نے اس سے حلف لیا کہ وہ ان مزاروں اور متعلّقات کو تلف کرنے میں امداد دے گا، ابن معمر نے قبول کیا۔ دونوں ہم مشورہ ہوکر جبیلہ گئے یہاں پر صحابیانِ رسول کے مزارات تھے، دونوں نے مزارات مسمار کردیئے''۔

اسی موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے شیخ عطار نے لکھا ہے: ''شیخ الاسلام دعوت الی اللہ کے ساتھ عملاً قبروں پر تعمیر شدہ عمارتوں اور قبوں کو گرادیتے تھے، اس لئے کہ یہی دراصل شرک اور بدعت کی آبیاری کے مرکز ہیں اور تمام عالم اسلام میں قبروں پر عمارتیں اور قبے بننے شروع ہوگئے تھے''۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر القادری کی جھنگ آمد۔۔۔۔تکفیریوں پر لرزہ طاری

خصوصی رپورٹ صدائے اہلسنت

ڈاکٹر طاہر القادری نے پاکستان عوامی تحریک کے انقلاب کو پاکستان کے دیگر شہروں تک لیجانے کا جب اعلان کیا تو پہلے مرحلے پر انھوں نے فیصل آباد ڈویژن میں فیصل آباد، جھنگ اور چینوٹ کے اضلاع کو اپنے جلسوں کے لیے چنا اور اس دوران انھوں نے صرف جلسے ہی نہیں گئے بلکہ سیلاب سے متاثر ہونے والے ان اضلاع کے علاقوں میں جہاں انھوں نے امداد تقسیم کی بلکہ انھوں نے ان علاقوں میں جا کر بڑے، بڑے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے عام لوگوں کو اپنے منشور اور پیغام سے بھی آگاہ کیا۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے جب سے اپنی تحریک کا آغاز کیا ہے تو اول دن سے انھوں نے اپنی تحریک کا ایجنڈا یہ رکھا کہ ان قوتوں کو شکست دی جائے جو اس ملک میں انتہا پسندی، فرقہ واریت، تکفیریت اور دہشت گردی کو پروان چڑھا رہی ہیں اور یہ ڈاکٹر طاہر القادری ہیں، جنھوں نے اعلانیہ مسلم لیگ نواز اور پنجاب میں سرگرم تکفیری دہشت گرد اور فرقہ پرست تنظیموں جیسے سپاہ صحابہ پاکستان ہے جو اہلسنت والجماعت کے نام سے کام کر رہی ہے وغیرہ کے درمیان مبینہ رابطے اور اتحاد کے خلاف آواز اٹھائی، اسی وجہ سے ان کے ساتھ ان سیاسی جماعتوں نے اشتراک اور تعاون بڑھایا جن کا اپنا ایجنڈا شخصی آمریت اور بادشاہت کے ساتھ ساتھ ملک میں فرقہ واریت، انتہا پسندی، دہشت گردی اور تکفیریت کے خلاف تھا۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے انقلاب کی تحریک کو ملک بھر میں پھیلانے کے لیے پہلے مرحلے میں فیصل آباد ڈویژن کا انتخاب بھی اسی لیے کیا کہ یہ ڈویژن پنجاب کے ان تین ڈویژن میں سرفہرست ہے جہاں پر تکفیری دیوبندی انتہا پسندوں اور دہشت گردوں نے اپنے قدم جمائے ہوئے ہیں اور وہ یہاں کے معصوم نوجوانوں کو ورغلا کر انھیں ملک میں فرقہ وارانہ خانہ جنگی کرانے اور اس ملک کے پرامن صوفی سنّیوں، شیعہ عیسائیوں، احمدیوں، ہندوؤں کو قتل کرانے اور ان کی مذھبی پراسیکوشن کے لیے تیار کرتے ہیں اور سیلاب کے متاثرین کی مدد کی آڑ میں فرقہ وارنہ پروپیگنڈا کرنے میں مصروف تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ پنجاب حکومت نے ایک منصوبے کے تحت جھنگ، چینوٹ سمیت سیلاب سے متاثر ہونے والے علاقوں میں کالعدم دیوبندی تکفیری اور وہابی جہادی تنظیموں کو رسائی دی اور ان کو وہاں تک پہنچنے کے لیے مقامی ضلعی انتظامی مشینری کے تعاون کو بھی یقینی بنایا۔

جھنگ کے اندر اہلسنت والجماعت دیوبندی کا آصف معاویہ، محمد احمد لدھیانوی اور اس کے دیگر انتہا پسند رضا کاروں کے بحث میں امداد اور مدد کی آڑ میں فرقہ وارانہ پروپیگنڈا کرنے میں مصروف رہے اور یہی کردار ان تنظیموں نے ملتان و مظفر گڑھ ضلع میں بھی ادا کیا تھا۔

پاکستان عوامی تحریک، تحریک منہاج القرآن، منہاج القرآن ویلفیئر سوسائٹی کے رضا کاروں کا وسیع نیٹ ورک فیصل آباد، سرگودھا، ملتان اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں سیلابی علاقوں میں ان انتہا پسند، دہشت گرد تنظیموں کے مقابلے میں لوگوں کی مدد کو پہنچا۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے دورہ جھنگ کے دوران مزار حضرت سلطان باہوؒ پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی

راقم کو جھنگ، مظفر گڑھ، چنیوٹ میں رضا کارانہ خدمات سرانجام دینے والے ایک سرکاری اسکول کے استاد جو کہ پاکستان عوامی تحریک کے ساتھ درجنوں میڈیکل ٹیموں کے ساتھ سیلابی علاقے میں گیا تھا نے بتایا کہ پاکستان عوامی تحریک کے سیلابی گاؤں، چکوک اور قصبات میں جانے سے بہت فرق پڑا، اکثر لوگوں نے عوامی تحریک کے کیمپوں میں آنے کو ترجیح دی بنسبت دیوبندی اہلسنت والجماعت کے کیمپوں میں جانے کے، اس کا کہنا تھا کہ 2010ء کے سیلاب اور اب 2013ء کے سیلاب کے موقعہ پر پاکستان عوامی تحریک کے امدادی کاموں نے متاثرہ علاقوں میں انتہا پسند تنظیموں کے اثرات کو محدود کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس استاد کا کہنا تھا کہ سرکاری نوکری کرنے سے پہلے اس نے جھنگ، چنیوٹ، خانیوال اور فیصل آباد میں پاکستان عوامی تحریک کے اسکولوں میں پڑھایا، اس نے انکشاف کیا کہ پنجاب حکومت نے صرف ضلع جھنگ میں محمد احمد لدھیانوی سربراہ اہلسنت والجماعت دیوبندی کو چھے ہزار سے زیادہ نان فارمل اسکولوں کا تحفہ دیا تھا اور ہر ایک نان فارمل اسکول جھنگ کے دور افتادہ چکوک اور گاؤں میں قائم کئے گئے تھے جہاں سے سرکاری اسکول کا فاصلہ دو کلومیٹر تھا اور اس ضمن میں اہلسنت والجماعت نے 12 ہزار سے زیادہ اپنے لوگوں کو ان اسکولوں کا استاد بھرتی کر رکھا تھا اور یہ اسکول دیوبندی تکفیری ازم کے پروپیگنڈا کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

اس استاد کا کہنا تھا کہ فیصل آباد ڈویژن میں پاکستان عوامی تحریک کے درجنوں اسکولوں کے قیام نے بہت سے نوجوانوں کو انتہا پسندی اور تکفیری نیٹ ورک کا حصّہ بننے سے بچایا ہے جبکہ فیصل آباد ڈویژن، ملتان، ڈیرہ غازی خان، سرگودھا، راولپنڈی ڈویژنوں میں پاکستان عوامی تحریک، تحریک منہاج القرآن کے نیٹ ورک اور ڈاکٹر طاہر القادری کی تقاریر، ان کی کتب میں موجود تکفیری وخوارج مخالف نظریات اور تصوف کی تائید پر مبنی خیالات نے بھی ان علاقوں میں پھیلتے دیوبندی ازم اور وہابیت پر کاری ضرب لگائی ہے۔

فیصل آباد، جھنگ، چنیوٹ، سرگودھا، خوشاب، میاں والی، بھکر، ملتان، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان، بہاولپور، رحیم یار خان، بہاولنگر، وہاڑی، پاکپتن، ساہیوال، اوکاڑا، قصور، لاہور اور اس سے آگے پوٹھاری بیلٹ میں پاکستان عوامی تحریک نے ان اربن اور دیہی علاقوں میں دیوبندی تکفیری وخوارجی فتنے کے آگے اپنے منظم نیٹ ورک سے روک لگائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دیوبندی تکفیری اہلسنت والجماعت ہی نہیں بلکہ دیگر دیوبندی تنظیمیں بھی ڈاکٹر طاہر القادری سے سخت ناراض نظر آتی ہیں

ڈاکٹر طاہر القادری کے مضبوط نیٹ ورک کی وجہ سے مجلس وحدت المسلمین، اور سنّی اتحاد کونسل بھی ان کے ساتھ شریک اتحاد ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ کرسچن برادری کے مضبوط رہنما جے سالک بھی کھڑے نظر آرہے ہیں اور اس سے اتحاد بنی نوع انسان کا جو امکان پیدا ہو رہا ہے اس سے تکفیریوں کو خاصی پریشانی کا سامنا ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹر طاہر القادری نے فیصل آباد میں جو دو لاکھ سے زائد کا جلسہ کیا اور جھنگ وچنیوٹ میں ان کو جتنے بڑے پیمانے پر عوامی پذیرائی ملی اس سے دیوبندی تکفیری تنظیم اہلسنت والجماعت کے ایوانوں میں کھلبلی کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری جب چنیوٹ میں بہت بڑے جلسے سے خطاب کر رہے تھے تو اس وقت محمد احمد لدھیانوی جھنگ میں صحافیوں کو بلا کر ایک پریس کانفرنس میں ان کی کردار کشی کرنے میں مصروف تھے۔

اسی روز اورنگزیب فاروقی مرکزی سیکرٹری اطلاعات ونشریات اہلسنت والجماعت دیوبندی نے بہاولپور میں مقامی عہدیداروں کے ساتھ پریس کانفرنس کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر القادری پر بے پروپا الزام تراشی کی اور ان کو امریکی، اسرائیلی، بھارتی لابیوں کا ایجنٹ تک کہہ ڈالا۔

تکفیریوں کے اس شور وغوغا سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پاکستان عوامی تحریک سے جہاں تکلیف پاکستانی سیاست میں سٹیٹس کو اور لوٹ مار کی سیاست کرنے والوں کو ہے، وہیں پر تکفیری دیوبندی لابی کو بھی یہ تکلیف بہت زیادہ ہے اور ان کا کاروبار ہلاکت وفتنہ موت کے دھانے پر پہنچ رہا ہے۔

قاری حنیف جالندھری جیسے کرپٹ اور بدعنوان مولوی کے فتوے کے بعد اورنگ زیب فاروقی ولدھیانوی کی زبان درازی ان کی شکست خوردگی اس بات کی علامت ہے کہ طاہر القادری نے ان کی سیاست کے ایوانوں میں زلزلہ طاری کر دیا ہے۔

وضاحت

صدائے اہلسنت کی ادارتی ٹیم میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ رسالے کے سابق چیف ایڈیٹر مفتی شوکت علی سیالوی نے اپنی بطور چیف ایڈیٹر ذمہ داری سنبھالے رکھنے سے معذرت کی ہے اور اس کی وجہ انھوں نے یہ بتلائی ہے: " رسالے میں سعودیہ عرب پر سخت تنقید کی جا رہی ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ ڈر ہے کہ سعودیہ عرب مجھے عمرہ و حج کا ویزہ جاری کرنے میں رکاوٹ ڈالے گا اور میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا جبکہ اس رسالے میں جس طرح سے "عسکریت پسندوں" کے بارے میں لکھا جا رہا ہے، اس سے میری سیکورٹی کے مسائل پیدا ہونے کا خدشہ ہے، اس لیے میں اس رسالے کا حصّہ بننے سے قاصر ہوں"۔

جبکہ رسالے کے سابق ایڈیٹر صاحبزادہ محمد اویس مجددی نے محکمہ اوقاف کی سرکاری ملازمت کی وجہ سے اس رسالے کی ادارت سے معذوری ظاہر کی اور ان کو لگتا ہے کہ مسلم لیگ نواز کی صوبائی اور وفاقی حکومت پر شدید تنقید ان کے لیے مسائل پیدا کر سکتی ہے۔

اس سے قبل جب ہم نے صدائے اہلسنت کا اجراء کیا تو بعض علمائے اہلسنت نے اس میں قلمی نام سے مضامین دئے اور جب پہلا شمارہ مارکیٹ میں آیا تو وہ اس قلمی تعاون سے بھی دور ہو گئے۔ ہمیں آغاز کار سے اپنے کام کی مشکلات کا اندازہ تھا اور ہم صدائے اہلسنت کے سابقہ تمام ذمہ داران کے شکر گزار ہیں کہ وہ دامے، درمے، سخنے، قدمے جتنا ہو سکا ہمارے ساتھ چلے۔ ہم مفتی شوکت علی سیالوی، صاحبزادہ محمد اویس مجددی، ابو عمر چشتی سمیت ان تمام احباب کی مجبوریوں اور مسائل کو بخوبی سمجھتے ہیں جو آج اس رسالے کی ٹیم کا باقاعدہ حصّہ نہیں رہے ہیں اور ہمیں ان سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ صدائے اہلسنت جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اس کے اجراء میں کوئی تعطل نہیں آئے گا۔

صدائے اہلسنت کی ادارت کے بارے میں بہت غور و فکر کیا گیا اور اس رسالے کے اجراء کی تجویز سب سے پہلے دینے والے محترم محمد خالد نورانی صاحب تھے جو مقیم آسٹریلیا ہیں تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ اس رسالے کی ادارت وہ خود سنبھالیں اور جوائنٹ ایڈیٹر کی ذمہ داری محمد عامر مقیم کراچی کو سونپی گئی ہے جو پہلے بھی اس رسالے کے لیے کافی مواد فراہم کر رہے تھے۔ جبکہ آرٹ و نیوز ایڈیٹر کی ذمہ داری محمد نعیم وارث قادری کو سونپ دی گئی ہے اور ہم نے مجلس ادارت تحلیل کر دی ہے۔

صدائے اہلسنت سنیت کی شناخت اور عوام اہلسنت کے حقوق کے حوالے سے فکری جدوجہد میں اپنا حصّہ ڈالتا رہے گا اور ہم عوام اہلسنت کو یہ باور کراتے رہیں گے کہ اس وقت ان کی شناخت اور وجود کو مڈل ایسٹ، شمالی افریقہ، یورپ و امریکہ میں وہابی ازم اور جنوبی ایشیا میں دیوبندی ازم کے اندر سے اٹھنے والی تکفیری تحریکوں سے سخت خطرہ لاحق ہے اور یہ وہابی ازم، دیوبندی ازم سنی ازم کے نام سے پھیلایا جا رہا ہے، جس کا تدارک بہت ضروری ہے۔

وہابی و دیوبندی ازم تصوف کے خلاف فکری و عسکری محاذ کھولے ہوئے ہیں اور سنّی مکتبہ فکر تصوف کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے بلکہ تصوف کے بغیر مذہب ایسے ہے جیسے روح کے بغیر جسم ہوتا ہے
تصوف کو مغربی برانڈ کا اسلام ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے، ہم اس سازش کا فکری محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

ادارتی ٹیم "صدائے اہلسنت"

The Destruction of Mecca

By ZIAUDDIN SARDAR

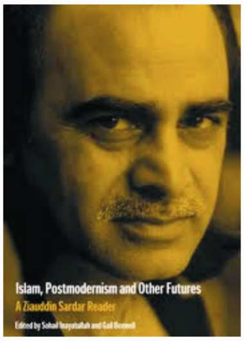

WHEN Malcolm X visited Mecca in 1964, he was enchanted. He found the city "as ancient as time itself," and wrote that the partly constructed extension to the Sacred Mosque "will surpass the architectural beauty of India's Taj Mahal."

Fifty years on, no one could possibly describe Mecca as ancient, or associate beauty with Islam's holiest city. Pilgrims performing the hajj this week will search in vain for Mecca's history.

The dominant architectural site in the city is not the Sacred Mosque, where the Kaaba, the symbolic focus of Muslims everywhere, is. It is the obnoxious Makkah Royal Clock Tower hotel, which, at 1,972 feet, is among the world's tallest buildings. It is part of a mammoth development of skyscrapers that includes luxury shopping malls and hotels catering to the superrich. The skyline is no longer dominated by the rugged outline of encircling peaks. Ancient mountains have been flattened. The city is now surrounded by the brutalism of rectangular steel and concrete structures - an amalgam of Disneyland and Las Vegas.

The "guardians" of the Holy City, the rulers of Saudi Arabia and the clerics, have a deep hatred of history. They want everything to look brand-new. Meanwhile, the sites are expanding to accommodate the rising number of pilgrims, up to almost three million today from 200,000 in the 1960s.

The initial phase of Mecca's destruction began in the mid-1970s, and I was there to witness it. Innumerable ancient buildings, including the Bilal mosque, dating from the time of the Prophet Muhammad, were bulldozed. The old Ottoman houses, with their elegant mashrabiyas - latticework windows - and elaborately carved doors, were replaced with hideous modern ones. Within a few years, Mecca was transformed into a "modern" city with large multilane roads, spaghetti junctions, gaudy hotels and shopping malls.

The few remaining buildings and sites of religious and cultural significance were erased more recently. The Makkah Royal Clock Tower, completed in 2012, was built on the graves of an estimated 400 sites of cultural and historical significance, including the city's few remaining millennium-old buildings. Bulldozers arrived in the middle of the night, displacing families that had lived there for centuries. The complex stands on top of Ajyad Fortress, built around 1780, to protect Mecca from bandits and invaders. The house of Khadijah, the first wife of the Prophet Muhammad, has been turned into a block of toilets. The Makkah Hilton is built over the house of Abu Bakr, the closest companion of the prophet and the first caliph.

Continue reading the main storySlide Show

Mecca Over the Years

Go to previous slideGo to next slide

A 19th-century engraving of the Kaaba, the symbolic focus of Muslims, at the Sacred Mosque in Mecca. Credit

1 of 7 Go to previous slide Go to next slide.

Apart from the Kaaba itself, only the inner core of the Sacred Mosque retains a fragment of history. It consists of intricately carved marble columns, adorned with calligraphy of the names of the prophet's companions. Built by a succession of Ottoman sultans, the columns date from the early 16th century. And yet plans are afoot to demolish them, along with the whole of the interior of the Sacred Mosque, and to replace it with an ultramodern doughnut-shaped building.

Continue reading the main storyContinue reading the main story

The only other building of religious significance in the city is the house where the Prophet Muhammad lived. During most of the Saudi era it was used first as a cattle market, then turned into a library, which is not open to the people. But even this is too much for the radical Saudi clerics who have repeatedly called for its demolition. The clerics fear that, once inside, pilgrims would pray to the prophet, rather than to God - an unpardonable sin. It is only a matter of time before it is razed and turned, probably, into a parking lot.

Continue reading the main story

RECENT COMMENTS

Xander Patterson 10 days ago

Interesting that the Saudis seek modernization materially while striving for antiquity morally and culturally. Is it ironic, or are they...

Brodston 10 days ago

We created these monsters and perpetuate them through our insane and illogical dependence on fossil fuels. In this country, we circle the...

Siobhan 10 days ago

This ancient and historic city is not just being destroyed--it's being desecrated. And worse, the desecration goes beyond buildings, to...

SEE ALL COMMENTS

The cultural devastation of Mecca has radically transformed the city. Unlike Baghdad, Damascus and Cairo, Mecca was never a great intellectual and cultural center of Islam. But it was always a pluralistic city where debate among different Muslim sects and schools of thought was not unusual. Now it has been reduced to a monolithic religious entity where only one, ahistoric, literal interpretation of Islam is permitted, and where all other sects, outside of the Salafist brand of Saudi Islam, are regarded as false. Indeed, zealots frequently threaten pilgrims of different sects. Last year, a group of Shiite pilgrims from Michigan were attacked with knives by extremists, and in August, a coalition of American Muslim groups wrote to the State Department asking for protection during this year's hajj.

The erasure of Meccan history has had a tremendous impact on the hajj itself. The word "hajj" means effort. It is through the effort of traveling to Mecca, walking from one ritual site to another, finding and engaging with people from different cultures and sects, and soaking in the history of Islam that the pilgrims acquired knowledge as well as spiritual fulfillment. Today, hajj is a packaged tour, where you move, tied to your group, from hotel to hotel, and seldom encounter people of different cultures and ethnicities. Drained of history and religious and cultural plurality, hajj is no longer a transforming, once-in-a-lifetime spiritual experience. It has been reduced to a mundane exercise in rituals and shopping.

Mecca is a microcosm of the Muslim world. What happens to and in the city has a profound effect on Muslims everywhere. The spiritual heart of Islam is an ultramodern, monolithic enclave, where difference is not tolerated, history has no meaning, and consumerism is paramount. It is hardly surprising then that literalism, and the murderous interpretations of Islam associated with it, have become so dominant in Muslim lands.

Ziauddin Sardar is the editor of the quarterly Critical Muslim and the author of "Mecca: The Sacred City."

A version of this op-ed appears in print on October 1, 2014, on page A27 of the New York edition with the headline: The Destruction of Mecca. Order Reprints|Today's Paper|Subscribe.

Political bullying:
Saudi and Turk sponsors of ISIS trying to silence Joe Biden against real sponsors of the Salafi Deobandi Islamic State

Taj Haider

US Vice President Joe Biden is on record here with one of his famous politically incorrect 'gaffs'. In this case however he did indeed speak the truth. The US allies like Turkey, Saudi Arabia, Qatar and UAE have been supporting the build of transnational Salafi Wahhabi and Deobandi terrorists for holy war in Syria and the ISIS's take over of Northern Iraq was part of their plan. Joe Biden should also answer the question:

Weapons smuggled to ISIS from Turkey

Why does America choose such pro terror allies?

The alliance with Saudi Arabia is especially problematic. The Bush administration went to war with Al Qaida, a name which was only used after the 9/11 attacks. Now we have IS, Boko Haram, Taliban and various other names. The common ideology of all these outfits is what is practiced and implemented in Saudi Arabia. This ideology (Takfiri Deobandi Salafism) is not the dominant ideology of the rest of the Muslim world. However, it has made enormous inroads into the Muslim communities of the West because most of the mosques in the West are directly or indirectly funded and controlled by the Saudi ideology, which is another fruit of the Saudi US alliance.

Bahgdadi of ISIS is a puppet caliph, the real Caliph Erdogan sits in Ankara. This is what Neo-Ottoman Caliph Erdogan dreams about:

Turkish Union

WASHINGTON - Vice President Joseph R. Biden Jr. has one more stop on what has become a Middle East apology tour in the wake of his impolitic answer to a Harvard student's question: Saudi Arabia.

After apologizing to officials from Turkey and the United Arab Emirates over the weekend, Mr. Biden is trying to connect with Saudi leaders, a senior official said, to clarify that he did not mean to suggest that Saudi Arabia backed Al Qaeda or other extremist groups in Syria.

Screen Shot 2014-10-09 at 11.20.18 AMIn fact, neither of Mr. Biden's claims is inaccurate. The United States has been pressing the Turkish government for months to seal off its border to prevent would-be jihadists from using Turkey as a transit route to join the ranks of the Islamic State. And experts say aid from the Persian Gulf monarchies has wound up with extremist groups in Syria.

President Obama made a similar point in August about Syria's Arab neighbors fueling extremist organizations in their zeal to oust President Bashar al-Assad, though he did not name the culprits.

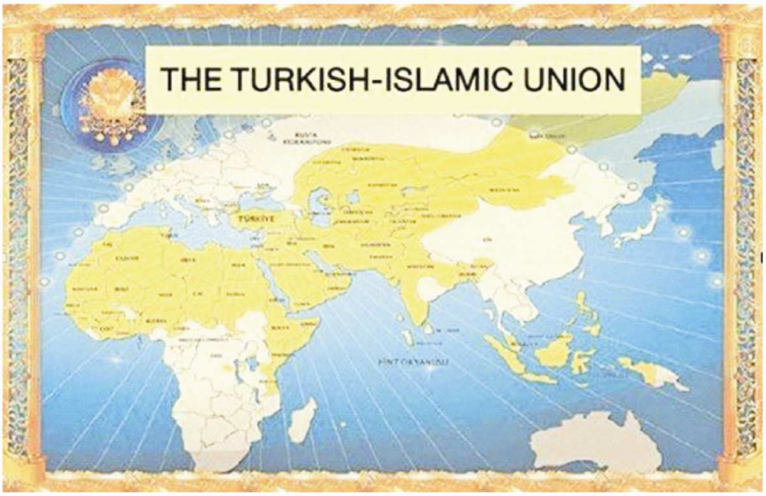

"There are factual mistakes, and then there are political mistakes," said Andrew J. Tabler, an expert on Syria at the Washington Institute for Near East Policy. "This is a political mistake."

http://www.nytimes.com/2014/10/07/world/middleeast/saudis-are-next-on-bidens-mideast-apology-list-after-harvard-remarks.html?ref=middleeast

The former Saudi intelligence chief, Bandar bin Sultan, is one of the key architects of the current mess in the Middle East. There is hardly any difference between ISIS's creed and the ideology that the house of Saud imposed on the Arabian Peninsula and exported worldwide. Indeed, the practices of ISIS and the Saud clan are also remarkably similar. In their original foray into establishing regional hegemony, the Saudi-backed hordes pillaged the holy shrines at Karbala and Madinah's Baqee cemetery the exact same way ISIS is doing now. The Karbala shrines were reconstructed later as the Saudi proxies were beaten back but they would not allow the rebuilding of the ones at Madinah, which remains firmly under their heel.

The Wahhabi kingdom has been the chief exporter of Islamist extremism since its inception - 17 of the 9/11 terrorists were Saudi after all - and were it to reverse its patronage of terrorism it would be a most welcome move. Saudi anxiety is palpable but it is not out of compassion for the victims of ISIS's grotesquely brutal war. Over 2,000 Saudi nationals have reportedly been fighting alongside ISIS and the Riyadh regime is worried about the twin threat that some of them or their fellow travellers within the kingdom and ISIS knocking at its northwestern borders might pose. This would not be the first time the house of Saud feels the heat from the jihadist fires it has been stoking as far out as Afghanistan and Pakistan. The Saudi Ikhwan, sired by Emir Ibne Saud, before he re-established the Wahhabi kingdom, had rebelled against the regime in the early 20th century.

INSIGHT INTO A SUICIDE BOMBER TRAINING CAMP IN WAZIRISTAN

Author (s): S.H. Tajik

Since the overthrow of the Taliban regime in Afghanistan in 2001, Pakistan has been increasingly victim to suicide bombings. In the past three years, attacks have escalated dramatically, especially after the Lal Masjid (Red Mosque) operation in 2007.[1] Today, suicide bombings are a frequent occurrence in Pakistan's northwest, and they have spread to previously stable parts of the country, including in Punjab Province.

This article provides an in-depth look at how Pakistani Taliban suicide bombers train for their operations at camps in South Waziristan Agency. It draws heavily from information acquired from Pakistani police interrogations and interviews with suspected militants. The article includes information on general camp characteristics, why individuals join the camps, the daily routine of the trainees, the rituals carried out before an attack and finally post-attack activities.

General Camp Characteristics

Before the ongoing military operations in the Swat Valley and in South Waziristan Agency, suicide bomber training camps were active in various parts of the Federally Administered Tribal Areas (FATA) and in Malakand Division of the North-West Frontier Province (NWFP).[2] In FATA, the camps have been located in North and South Waziristan, Orakzai, Bajaur and Mohmand agencies. The most prominent camps operated in the following areas of South Waziristan: Kotkai, Nawazkot, Deeley, Karama, Kazha Pangha, Barwand, Karikot, Ladha and Tangay. Newer training camps operated in Charbagh and Peochar in Swat; Galjo and Ferozkhel in Orakzai Agency; and Chinaari and Mohammad Ghat in Mohmand Agency.[3]

The training facilities themselves are usually established in abandoned schools, or in houses offered by locals. In some camps, such as at the Nawazkot facility, paintings depicting paradise are drawn on the walls, such as images of flowing rivers of milk with fairies walking along in lush green valleys.[5]

The training camps are generally located in areas where the government has little oversight or control, which reduces the need for camp security. At night, however, a senior trainee guards the camp, and no one is allowed to leave the camp after night prayers (isha').[6] The locations themselves are switched regularly for security reasons.

Inside the camp, adults and minors are generally segregated and trained in different areas of the facility; however, this is dependent on various conditions.[7] The age of suicide bombers range from seven to 40.[8] Large suicide training camps operate in two categories: junior and senior camps. Senior camps usually accommodate trainees from 16 years of age and older, while the junior camps accommodate trainees from seven years of age to 15.[9] All the camp participants are not necessarily tasked on suicide missions, and they are allowed to quit their training. As is often the case, family members do not approve of their kin's participation, and they occasionally travel to the camp to retrieve

them. Such efforts are not resisted by the camp operators if the children leave at their own volition.[10] Therefore, whether to stay at the camp or return to family largely depends on the will of the suicide bomber. Life at the camp, however, is incredibly absorbing. Trainees who are pulled out of the camp by their families often flee their homes to return to the camp. One would-be suicide bomber admitted, "Yes, I felt attracted to life in the camp as I felt happy over there with my fellows. There was good food, pocket money, good friends and vehicles for driving."[11]

During the winter months, training is minimal due to severe weather in the mountains. The camps are also vacated in response to government military operations, at which time the members melt into the general civilian population.[12] The average number of trainees in a camp ranges from 30-35, but this can vary.[13]

Within the camp, Pashtu is the working language, although Urdu may be spoken. The Taliban leadership provides all expenses associated with the camp. Trainees are occasionally provided 500 to 1,000 rupees for their expenses when they visit their homes.[14] This serves as pocket money on a demand basis.

The first camp to specialize in training suicide bombers was the Kotkai camp. It was closed after Qari Hussain, a senior Tehrik-i-Taliban Pakistan (TTP) operative known as the "Trainer of Suicide Bombers," was deposed from his leadership role as the head of the suicide bomber brigade in 2007.[15] Wali Muhammad was put in command of the brigade and the camps were shifted to Deeley and Karama in South Waziristan.[16]

Since the October 2009 Pakistan military operation in South Waziristan, all of the suicide camps in the Mehsud-dominated areas of the agency have been closed.

Recruitment Motivations

Statistically, it is estimated that more than 90% of suicide bombers who join the training camps in Waziristan are Pashtun. [17] Moreover, according to an unpublished internal report from Pakistan's Special Investigation Group in 2009, approximately 70% of suicide attacks are conducted by fighters from the Mehsud tribe.[18] Non-Pashtuns also join the camp, such as Aitezaz Shah, who was arrested due to his alleged role in the assassination of former Prime Minister Benazir Bhutto.[19] According to would-be suicide bomber Ishaq, the main explanation for the high prevalence of suicide terrorism among the Mehsud is because the training camps are located in areas inhabited by the tribe.[20] Additionally, pockets of civilians in Mehsud-dominated areas of Waziristan eulogize the bombers for their courage, which incites more youth to join the camps.

Most suicide bombers are recruited from kinship or friendship networks.[21] Other factors that draw individuals to the camps include: curiosity, proximity of the camps to civilian residential communities, unemployment or under-employment, poor academic options, boredom and lack of entertainment. Abid, a 16-year-old Mehsud from South Waziristan, identified boredom and his uncle's behavior for his reason in joining a suicide bomber training camp: "I was working with my uncle in his shop at Landa Bazaar Hyderabad. I was sick of life and wanted to get rid of it. I escaped Hyderabad in 2006 and went straight to Qari Hussain instead of home." Ishaq,[22] an 18-year-old would-be suicide bomber belonging to the Mehsud tribe in South Waziristan, dropped out of school early and was lured into a suicide training camp because it operated in his village of Kotkai.[23]

There are a number of motivations that cause individuals to join suicide bomber training camps. Recruits are primarily motivated by atrocities against Muslims. The main theme in the camp lectures is revenge. Ishaq explained that instructors call attention to the helplessness of Muslims whose daughters and sisters are dishonored by non-Muslims in Afghanistan and Iraq. According to Abid, the camp leaders incite the audience when they narrate stories about Muslim women languishing in the prisons of infidels.[25]

Instructors consistently emphasize the religious permissibility of suicide attacks against non-Muslims and even their Muslim allies. According to this logic, Pakistan's security forces are working for the United States and they hinder jihadist activities; therefore, suicide bombings against them are permissible. As stated by one would-be suicide bomber, "The instructor, Maulvi Rahimullah used to tell us that suicide attacks on the army, security forces and even all government employees was permissible under the injunctions of Islam."[26]

Qari Hussain, known for his anti-Shi`a beliefs, also motivated camp members by arguing that the Shi`a are kafirs (infidels) and therefore can be killed. According to the camp instructors, innocent civilians killed in suicide attacks are

martyrs, and therefore there is no need to be concerned about their fate. Instructors justify these teachings with references to the Qur'an and hadith. They use decrees by religious scholars, and cite the precedent of the famous commander and companion of the Prophet Muhammad, Khalid bin Walid, whose outnumbered army fought bravely against the enemies of Islam.

Instructors tell stories of past suicide bombers who have appeared in dreams saying that they are now in paradise.[27] Camp members are also shown videos of previous bombers planning their operations; they are not, however, shown the scene after a suicide blast, likely due to fear that the images of carnage will demoralize the recruits.[28]

The bombers are radicalized to such an extent that they compete over the chance to launch an attack. One would-be bomber admitted, "Yes, the suicide bombers ask the amir persistently to give them an opportunity as soon as possible. They are always anxious to be launched."[29] The more a trainee pushes to conduct an attack, the sooner they are provided with an opportunity. One example is suicide bomber Ismail, who was sent to attack the police training school at Sargodha in 2007 only two weeks after his induction at the camp.[30] Some recruits prefer to carry out attacks in Afghanistan. This was the case with Abid, who wanted to carry out a suicide attack against Americans at Birmal, Afghanistan.

Camp trainees are told that a suicide bomber wins paradise for giving up his life for Allah, and enters the afterlife the moment the explosives detonate. Once in paradise, the suicide bomber has the opportunity to recommend 70 people for paradise and Allah honors that recommendation. The bombers are told that they are superior to other jihadists because they have no worldly ambitions such as status, money and esteem. While other jihadists can survive after an attack on the enemy, the fidai (suicide bomber) faces certain death-the supreme sacrifice for Allah. As a result, there is a sense of pride among the bombers as they refer to non-suicide bombers as "common mujahids," and they are not allowed to interact or socialize with them.[31]

The Camp Schedule

Information on the daily schedule within the training camps has been acquired from interviews with multiple detainees. The camp members wake before sunrise to offer special night vigils (tahajjud) followed by the recitation of the Qur'an until morning prayers (far).[32] After breakfast, most trainees receive driver's education, and they practice vehicle maneuvers. Experienced driving instructors teach them how to handle motorcycles and cars in preparation for vehicle-borne (VBIED) suicide attacks.[33] At the Kotkai training camp, six station wagons were available for this purpose.[34]

During the morning session, some trainees stay at the camp for services that include cleaning the camp, preparing lunch and buying utilities. Lunch is typically served around mid-day followed by the noon prayers (zuhr). Afterward, the trainees split into two groups and study the Qur'an. A new recruit is typically paired with a more senior member to help teach him the prayers. The trainees then depart again for outdoor driving lessons after having tea with cookies.[35] In the summer months, they usually take a nap after lunch before assembling for afternoon prayers (asar), which are usually followed by lessons from Maulana Masood Azhar's Fazail-e-Jihad (The Virtues of Jihad) for more than an hour. The evening prayers (maghrib) are offered together followed by a wazifa during which the trainees recite Astaghfirullah, Alhamdulillah, Allah o Akbar and Allah Allah 100 times each.[36] The wazifa is followed by dinner where the trainees have informal conversations with each other. During the training routine, they are shown jihadist videos on a DVD player.[37] Afterward, they go straight to sleep after night prayers (isha') and no activity is allowed after the final prayers.

Throughout the training period, the instructors make emotional speeches designed to influence the trainees. Qari Hussain, in particular, apparently mesmerized his listeners and was able to bring them to tears.[38] The same emotional ambience is repeated during the concluding prayers (du`a). The two most famous books used at the camps for religious lessons are Islam aur fidai hamlay (Islam and Suicide Attacks), written by Mufti Abdul Bashar Qasmi, and Fazail-e-Jihad (Virtues of Jihad), written by Maulana Masood Azhar. The religious instructors are all local, and local guest speakers also deliver lectures. The amir of the camp hires a local maulvi (religious leader) for translation of the Qur'an and other lessons.

Rituals and Preparation Before an Attack

Before an attack is executed, only the head of the Pakistani Taliban, the head of the training camp, the rahbar (guide) and the fidai know the target. The other members of the training camp are not informed about the target beforehand. Some suicide bombers leave behind notes that are delivered to their families upon their deaths. Some record "video wills" before their departure, which are released by the Taliban after the mission is accomplished. Usually, suicide bombers visit their families for one final meeting before departing on their mission.[39] Abid, for example, met his family before his failed attack on President Pervez Musharraf, but did not tell them about the operation.

When a suicide bomber begins on the mission, his campmates say farewell by embracing him and requesting that he recommend them for paradise. The bomber is instructed to bathe and wear clean new clothes, and he shaves his pubic hair. The purpose of the bomber wearing new or clean clothes is to avoid suspicion and to have uninterrupted access to the target location. The bomber recites Qur'anic verses, and continues the recitation until the actual blast. The rahbar instructs the bomber on the proper timing of the blast in advance, and the bomber begins preparations ahead of time.

The rahbar's duty is to take the bomber to a predetermined target either a few days before the attack, or on the actual day. He helps the bomber become acquainted with the area and remains in contact with the high command directly to inform them about the success or failure of the attack. On the day of the attack, the rahbar decides the most opportune time for the bombing. Due to the rahbar's crucial role in the operation, obedience and loyalty to the rahbar is inculcated in the camp. A suicide bomber, however, reserves the right to disobey the rahbar if he changes the venue of the attack, attempts to hand him over to another handler, or asks him to attack an impossible target or one that will result in too few casualties. A normal target should result in the deaths of at least 10 people, with the exception of VIP targets when the number of dead is irrelevant.[40]

The rahbar does not strictly monitor the suicide bomber in the days before the attack. The bomber can roam around with the hosts (who provide a safe house) in the target city until the moment he leaves for the attack. The bomber is provided with a code word for the final attack time. While the code word can change, until recently it has been "marriage." In the assassination of Benazir Bhutto, the code word was "the meal is ready."[42]

To boost the morale of the bombers before an attack, they are instructed to recite Ayat-ul-Kursi or a verse from Surah e Yaseen (chapter from the Qur'an).[43] The verse is Wa jaalna mim baina aideehim saddan wa min khlfahum saddan fa aghshainahum fahum la ubsaroon (And we have put a barrier before them, and a barrier behind them, and we have covered them up, so that they cannot see). By reciting this verse, the bombers believe they are invulnerable to law enforcement detection. They receive explicit directions from the amir of the camp and rahbar not to surrender at any cost and to trigger the explosives if arrest is imminent or if they are about to be intercepted.

When conducting the attack, the suicide vest is worn under the bomber's garments, typically under a waistcoat so it is properly concealed. The orange color detonation cord connects the explosives vest or jacket to the striker sleeve, which is adhered to the bomber's left-hand wrist with duct tape. On reaching the target, the ring of the striker sleeve is pulled with the right hand and the blast occurs. There is no evidence of any intoxicant administered to the suicide bombers before the attack.

Since suicide bombers often either abort their missions or are arrested before they can detonate their explosives, they have been able to narrate their pre-attack emotions. The bombers' felt no fear of death or consequence before the attack. Some bombers, however, were anxious about missing the target, such as detonating their explosives early or too late (for example, after a convoy has already passed). Before the attack, they would feel pride that Allah had chosen them for such a great mission. Thoughts of their family did not enter their mind. They experienced no abnormal physical reactions such as sweating, dry mouth, restlessness, heart palpitations, or abnormal movements of the body. Breathing remained normal. There were no speech abnormalities, nor did they appear to be in a hurry.[44]

Post-Mission Activities

At the completion of a successful mission, the Taliban leaders do not always inform the other trainees about the real location of the suicide blast. They also sometimes give them false information about where the attack occurred.[45]

When an attack occurs in Afghanistan, however, the leaders inform the recruits of this fact.

After an attack takes place, the amir of the Pakistani Taliban and the amir of the training camp visit the family of the suicide bomber, provided that the family is in Waziristan or accessible.[46] Although the other trainees at the camp feel loss for their former friend, they are consoled by the notion that the bomber has reached paradise. No specific funeral rituals or celebrations are offered at the camp for those who go on suicide missions. They are, however, remembered in prayers. The families of the bombers rejoice over the martyrdom mission, and some mothers wear new black dresses to greet local women after the death of their son. One bomber, however, explained that while the mother of the bomber is typically sad, they cannot overtly express their true feelings due to threats from the Taliban.

Also, contrary to the general public's perception, the Taliban do not regularly pay compensation to the families of suicide bombers after an attack.[47] Any posthumous compensation package is largely a myth. In some cases, when the parents of a bomber are extremely destitute, they are given a small amount of financial assistance.

Conclusion

The suicide bomber training camps in South Waziristan have been shuttered as a result of Pakistan's October 2009 military operation. Yet insight into how the Waziristan camps functioned helps to provide context for how and why individuals choose to use their body as an explosive device. Moreover, although the South Waziristan camps have been closed, they may have been relocated elsewhere. Continuing to deny militants safe haven to train and plan for attacks is essential to reducing their operational capabilities in Pakistan and in the region.

Dr. S.H. Tajik completed his master's degree in criminal justice administration and criminology from the London School of Economics and Political Science. He has also received diplomas in Crisis Management from the Swedish National Defence College, and Risk, Crisis & Disaster Management from Leicester University. Dr. Tajik has 14 years of law enforcement experience on three continents: Europe (Kosovo), Africa (Rwanda and Liberia) and Asia (Pakistan). He has worked with the United Nations for more than five years in various conflict zones. He is currently completing a book on suicide terrorism in Pakistan.

Notes

[1] The Lal Masjid siege occurred in July 2007 when Pakistani security forces engaged jihadist militants holed up in the mosque complex. The operation is viewed as the catalyst that turned formerly Kashmir- and sectarian-focused militants against the Pakistani government.

[2] Operation Rah-e-Rast (Path to Righteousness) in Swat began in May 2009. Operation Rah-e-Nijat (Path to Salvation) in South Waziristan began in October 2009. For details, see Sameer Lalwani, "The Pakistan Military's Adaptation to Counterinsurgency in 2009," CTC Sentinel 3:1 (2010).

[3] Omar Waraich, "Taliban Running School for Suicide Bombers," Independent, July 29, 2009.

[4] Pakistan Police interrogation report, subject Ishaq Mehsud, Islamabad, Pakistan, June 2008; Pakistan Police interrogation report, subject Abid Mehsud, Islamabad, Pakistan, July 2008; Pakistan Police interrogation report, subject Hameedullah Mehsud, Islamabad, Pakistan, August 2008; Pakistan Police interrogation report, subject Mir Janan, Islamabad, Pakistan, September 2008; Pakistan Police interrogation report, subject Aitezaz Shah, Dera Ismail Khan, Pakistan, January 2008; Pakistan Police interrogation report, subject Hasnain Gul (also known as Ali Punjabi), Rawalpindi, Pakistan, August 2009.

[5] This information was drawn from Geo TV news reporting in 2009.

[6] Ishaq Mehsud, June 2008.

[7] Ibid.

[8] Abid Mehsud, July 2008.

[9] Ibid.

[10] Ishaq Mehsud, June 2008.

[11] Abid Mehsud, July 2008.

[12] Ishaq Mehsud, June 2008; Abid Mehsud, July 2008.

[13] Abid Mehsud, July 2008.

[14] Ishaq Mehsud, June 2008.
[15] Ibid. Baitullah Mehsud removed him from command when Qari Hussain's followers attacked the residence of Pir Amiruddin Shah, the government's political agent in Khyber Agency, in May 2007. The brazen attack killed seven guests and six family members, a violation of Pashtun ethics since women and guests were among the dead. More importantly, Qari Hussain never sought Baitullah's approval to conduct the attack. Although Qari Hussain was reported killed in January 2010, it appears that he is still alive. For details on Qari Hussain and his 2007 conflict with Baitullah Mehsud, see the following reports: Abid Mehsud, July 2008; Behroz Khan and David Montero, "Pakistan's Taliban Fight Each Other," Christian Science Monitor, July 2, 2007.
[16] Ishaq Mehsud, June 2008.
[17] Ibid.; Abid Mehsud, July 2008; Mir Janan, September 2008; Hameedullah Mehsud, August 2008.
[18] The Mehsud are a Pashtun tribe.
[19] Aitezaz Shah, January 2008.
[20] Ishaq Mehsud, June 2008.
[21] Marc Sageman, Leaderless Jihad (Philadelphia, PA: University of Pennsylvania Press, 2008); Scott Atran, "Who Becomes a Terrorist Today?" Perspectives on Terrorism 2:5 (2008).
[22] Abid Mehsud, July 2008.
[23] Ishaq Mehsud, June 2008.
[24] Ibid.
[25] Ibid.
[26] Abid Mehsud, July 2008.
[27] Aitezaz Shah, January 2008; Ishaq Mehsud, June 2008; Abid Mehsud, July 2008; Mir Janan, September 2008; Hameedullah Mehsud, August 2008.
[28] Ibid.
[29] Ibid.
[30] Abid Mehsud, July 2008.
[31] Aitezaz Shah, January 2008; Ishaq Mehsud, June 2008; Abid Mehsud, July 2008; Mir Janan, September 2008; Hameedullah Mehsud, August 2008.
[32] Ibid.
[33] Ibid.
[34] Abid Mehsud, July 2008.
[35] Aitezaz Shah, January 2008; Ishaq Mehsud, June 2008; Abid Mehsud, July 2008; Mir Janan, September 2008; Hameedullah Mehsud, August 2008.
[36] Ibid.
[37] Ibid.
[38] Ibid.
[39] Ibid.
[40] Ibid.
[41] Ishaq Mehsud, June 2008; Abid Mehsud, July 2008.
[42] Hasnain Gul, August 2009.
[43] Ishaq Mehsud, June 2008; Abid Mehsud, July 2008.
[44] Ibid.
[45] Mir Janan, September 2008.
[46] Abid Mehsud, July 2008.
[47] Ishaq Mehsud, June 2008.